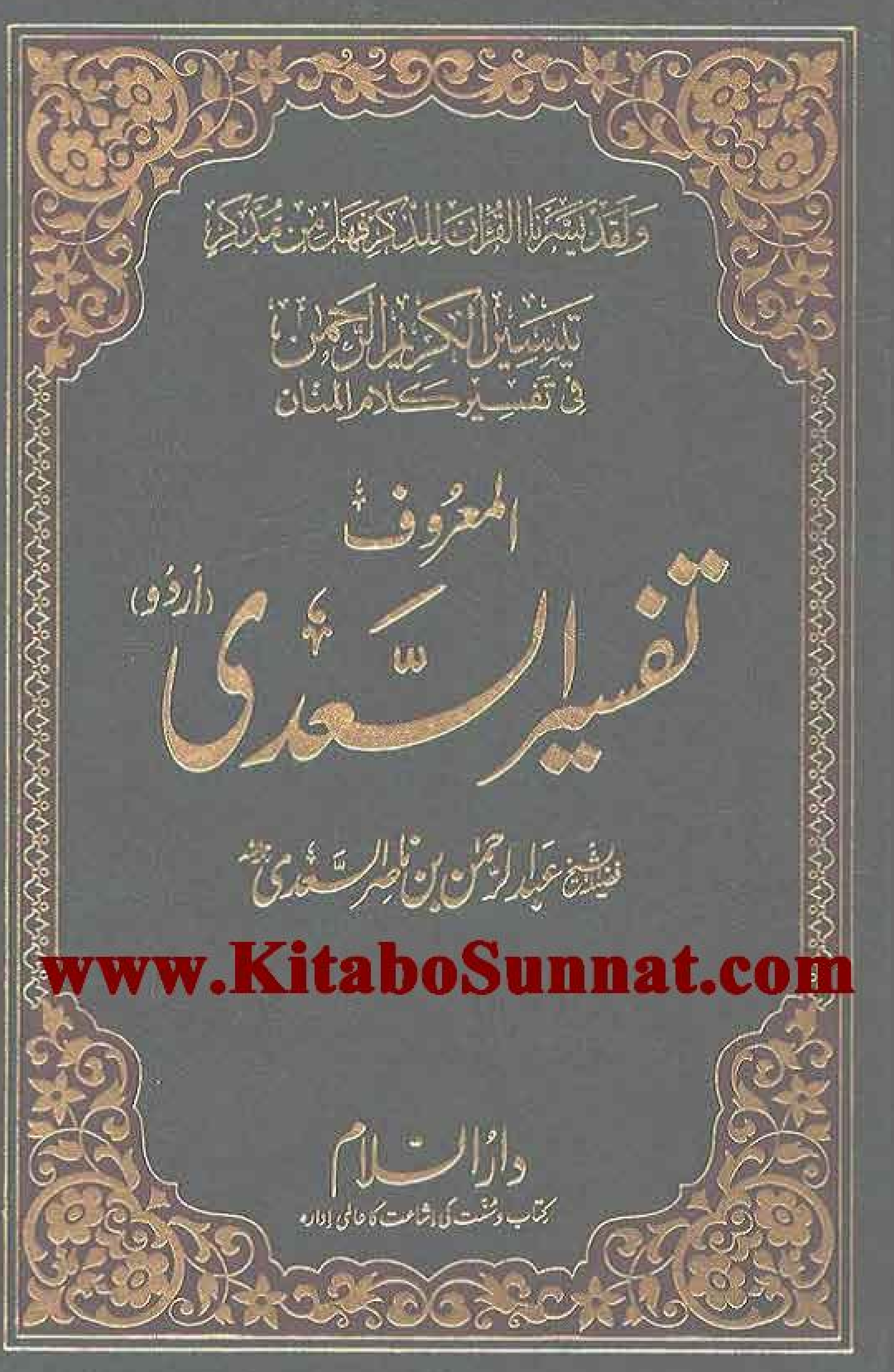

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمٰن
فی تفسیر کلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

☜ عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

☜ مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔

☜ متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

☜ دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

☜ کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

☜ ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

دارُالسّلام
کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض * جدہ * شارجہ * لاھور
لندن * ھیوسٹن * نیو یارك

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب
فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659
ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون و فیکس: 4614483

جدہ فون و فیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551
شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)
ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)
Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن

فی تفسیر کلام المنّان

(اردو ترجمہ)

پارۃ نمبر ستاییس 27

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ **عبدالرحمان بن ناصر السعدی** رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم الله الرحمن الرحيم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے :

"الٰہی ! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان:۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهٰذَا الْكِتٰبِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں
عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم ، حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر ستاییس 27

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۵۱	سورۃ الذاریات (جاری)	2618	۲۶ - ۲۷
۵۲	سورۃ الطور	2627	۲۷
۵۳	سورۃ النجم	2640	۲۷
۵۴	سورۃ القمر	2655	۲۷
۵۵	سورۃ الرحمٰن	2668	۲۷
۵۶	سورۃ الواقعۃ	2681	۲۷
۵۷	سورۃ الحدید	2697	۲۷

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣١﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣٢﴾

اس (ابراہیم) نے کہا پس کیا مقصد ہے تمہارا اے بھیجے ہوئے (فرشتو)! ○ انہوں نے کہا بلاشبہ بھیجے گئے ہیں ہم ایک مجرم قوم کی طرف ○

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿٣٣﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣٤﴾

تاکہ ہم بھیجیں (برسائیں) ان پر پتھر مٹی کے ○ نشان زدہ آپ کے رب کے ہاں، حد سے گزرنے والوں کے لیے ○

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣٥﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ

پس نکال لیا ہم نے اس شخص کو کہ تھا وہ اس (بستی) میں مومنوں میں سے ○ سو نہ پایا ہم نے اس میں سوائے ایک گھر کے

مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٦﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٣٧﴾

مسلمانوں میں سے ○ اور چھوڑی ہم نے اس میں ایک نشانی ان لوگوں کے لیے جو خوف کھاتے ہیں عذاب دردناک سے ○

﴿قَالَ﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا: ﴿فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ﴾ اے رسولو! تمھارا کیا معاملہ ہے اور تم کیا چاہتے ہو؟ کیونکہ حضرت ابراہیم سمجھ گئے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کسی اہم معاملے کے لیے بھیجا ہے۔ ﴿قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ﴾ ''انھوں نے کہا: ہمیں مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے۔'' اور اس سے مراد قوم لوط ہے، انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کے جرم کا ارتکاب کیا تھا، اپنے رسول کو جھٹلایا اور ایسی بدکاری کا ارتکاب کیا جس کا ارتکاب دنیا میں ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ ﴿لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ○ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ﴾ ''تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں جو حد سے بڑھنے والوں کے لیے آپ کے رب کے ہاں سے نشان زدہ ہیں۔'' یعنی ہر پتھر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جس کو اس پتھر کا شکار ہونا تھا۔ کیونکہ وہ گناہ میں بڑھ گئے اور تمام حدود کو پھلانگ گئے تھے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قوم لوط کے بارے میں ان سے جھگڑنے لگے۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ ان سے عذاب کو ہٹا دے، چنانچہ ان سے کہا گیا: ﴿يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ﴾ (هود: ٧٦/١١) ''اے ابراہیم! اس بات کو جانے دو، تیرے رب کا حکم آ گیا ہے اور ان پر وہ عذاب ٹوٹ پڑنے والا ہے جو کبھی نہیں ٹل سکتا۔'' ﴿فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''پس وہاں جتنے مومن تھے، ہم نے انھیں نکال لیا اور اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔'' یہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھرانے کے لوگ تھے، سوائے ان کی بیوی کے، وہ ہلاک ہونے والوں میں شامل تھی۔ ﴿وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ ''اور ہم نے ان کے بارے میں ان لوگوں کے لیے نشانی چھوڑ دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔'' اس سے وہ عبرت حاصل کرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے اور اس کے رسول سچے ہیں جن کی تصدیق کی گئی ہے۔

اس قصے سے حاصل شدہ بعض فوائد

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ کے اپنے بندوں کے سامنے نیک اور بد لوگوں کے واقعات بیان کرنے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ بندے ان سے عبرت حاصل کریں اور تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کے احوال نے انھیں کہاں پہنچا دیا۔

(۲) اس قصے میں ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قصے کی ابتدا کی جو اس قصے کی اہمیت کی دلیل ہے اور اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ کا اظہار ہوتا ہے۔

(۳) یہ قصہ ضیافت کی مشروعیت پر دلالت کرتا ہے، نیز اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہمانوں کی خاطر تواضع کرنا ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی امت کو حکم دیا ہے کہ وہ ملت ابراہیم کی اتباع کریں اور اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس قصے کو مدح وثنا کے سیاق میں بیان کیا ہے۔

(۴) اس واقعہ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ قول وفعل اور اکرام وتکریم کے مختلف طریقوں سے مہمان کی عزت وتکریم کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا یہ وصف بیان فرمایا کہ وہ قابل تکریم تھے، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی عزت وتکریم کی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قول وفعل سے کس طرح ان کی مہمان نوازی کی، نیز یہ بھی بیان فرمایا کہ وہ مہمان اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اکرام وتکریم سے بہرہ مند تھے۔

(۵) اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا گھر رات کے وقت آنے والے مسافروں اور مہمانوں کا ٹھکانا تھا کیونکہ وہ اجازت طلب کیے بغیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوئے اور سلام میں پہل کرنے میں ادب کا طریقہ استعمال کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی کامل ترین سلام کے ساتھ ان کو جواب دیا کیونکہ جملہ اسمیہ اثبات اور استمرار پر دلالت کرتا ہے۔

(۶) یہ قصہ دلالت کرتا ہے کہ انسان کے پاس جو کوئی آتا ہے یا اسے ملتا ہے تو اس سے تعارف حاصل کرنا مشروع ہے کیونکہ اس میں بہت سے فوائد ہیں۔

(۷) یہ واقعہ بات چیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آداب اور آپ کے لطف وکرم پر دلالت کرتا ہے۔ آپ نے (اپنے مہمانوں سے) فرمایا تھا: ﴿قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ﴾ (الذّٰريٰت: ٢٥/٥١) ”تم اجنبی لوگ ہو۔“ اور یہ نہیں فرمایا کہ أَنْكَرْتُكُمْ ”میں تمھیں نہیں پہچانتا“ اور دونوں جملوں میں جو فرق ہے وہ مخفی نہیں۔

(۸) یہ واقعہ مہمان نوازی میں جلدی کرنے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ بہترین نیکی وہ ہے جس پر جلدی سے عمل کیا جائے، اس لیے ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کے سامنے ضیافت پیش کرنے میں عجلت کی۔

(۹) اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا ذبیحہ (یا کھانا) جو کسی اور کے لیے تیار کیا گیا ہو اسے مہمان کی خدمت

میں پیش کرنے میں، اس کی ذرہ بھر اہانت نہیں بلکہ اس کی عزت و تکریم ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ حضرت ابراہیم کے مکرم مہمان تھے۔

(۱۰) اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بکثرت رزق سے نواز رکھا تھا اور یہ رزق ان کے پاس گھر میں ہر وقت تیار اور موجود رہتا تھا، انھیں بازار سے لانے کی ضرورت ہوتی تھی نہ پڑوسیوں سے مانگنے کی۔

(۱۱) اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنفسِ نفیس مہمانوں کی خدمت کی، حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور مہمان نوازوں کے سردار تھے۔

(۱۲) اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کو اسی جگہ ضیافت پیش کی جہاں وہ موجود تھے۔ کسی اور جگہ ضیافت کے لیے انھیں نہیں بلایا کہ آئیے تشریف لائیے، کیونکہ مہمان کو اس کی جگہ کھانا پیش کرنے میں مہمان کے لیے زیادہ آسانی اور بہتر ہے۔

(۱۳) اس واقعہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ مہمان کے ساتھ نرم کلامی اور ملاطفت سے پیش آنا چاہیے، خاص طور پر کھانا پیش کرتے وقت کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہایت نرمی سے اپنے مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا تھا اور کہا تھا: ﴿ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴾ (الذّٰریٰت: ۵۱/۲۷) ”آپ تناول کیوں نہیں کرتے؟“ اور یہ نہیں کہا تھا: كُلُوْا ”کھانا کھالو“ بلکہ آپ نے اس قسم کے الفاظ استعمال فرمائے جن میں ”درخواست اور التماس“ کا مفہوم پایا جاتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴾ (الذّٰریٰت: ۵۱/۲۷) ”آپ کھانا تناول کیوں نہیں کرتے؟“ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرنے والے کو چاہیے کہ وہ بہترین الفاظ استعمال کرے جو مہمان کے لیے مناسب اور لائق حال ہوں، مثلاً: آپ کا مہمانوں سے کہنا: کیا آپ کھانا تناول نہیں کریں گے؟ ہمیں شرف بخشیے اور ہم پر عنایت کیجیے، اور اس قسم کے دیگر الفاظ۔

(۱۴) اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص، کسی بھی سبب کی بنا پر کسی سے خوفزدہ ہو جائے تو خوفزدہ کرنے والے کا فرض ہے کہ وہ اس کے خوف کو زائل کرنے کی کوشش کرے اور اس کے سامنے ایسی باتوں کا ذکر کرے جس سے اس کا خوف دور ہو اور وہ پرسکون ہو جائے۔ جیسا کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا جب وہ ان سے خوفزدہ ہو گئے تھے: ﴿ لَا تَخَفْ ﴾ (الذّٰریٰت: ۵۱/۲۸) ”ڈریے مت!“ اور انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وہ خوش کن خبر سنائی۔

(۱۵) یہ قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کی بے انتہا مسرت و فرحت پر دلالت کرتا ہے حتی کہ انھوں نے خوشی میں چلا کر بے ساختگی سے اپنا چہرہ پیٹ ڈالا۔

(۱۶) اس قصہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی زوجہ محترمہ کو ایک علم رکھنے والے بیٹے کی بشارت سے نوازا۔

وَ فِيْ مُوْسٰۤى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (۳۸) فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَ قَالَ

اور موسیٰ (کے قصے) میں (نشانی ہے) جب بھیجا ہم نے اسکو فرعون کیطرف ساتھ دلیل (معجزے) ظاہر کے○ پس اس نے روگردانی کی بہ سبب اپنی قوت کے اور کہا:

سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (۳۹) فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَ هُوَ مُلِيْمٌ (۴۰) ؕ

(موسیٰ) ساحر یا مجنون ہے○ پس گرفت کی ہم نے اسکی اور اسکے لشکروں کی اور پھینک دیا ہم نے انکو سمندر میں اس حال میں کہ وہ قابل ملامت تھا○

﴿وَ فِيْ مُوْسٰى﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو واضح آیات اور ظاہری معجزات کے ساتھ مبعوث فرمایا' اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی ہے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واضح معجزہ لے کر آئے تو فرعون نے منہ موڑ لیا ﴿بِرُكْنِهٖ﴾ ''اپنے لشکر کے ساتھ۔'' یعنی انھوں نے حق سے روگردانی کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف التفات نہ کیا بلکہ انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام میں جرح و قدح کی اور کہنے لگے: ﴿سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾ یعنی موسیٰ میں ان دو چیزوں میں سے ایک چیز ضرور ہے۔ جو چیز موسیٰ پیش کر رہا ہے وہ جادو اور شعبدہ بازی ہے یہ حق نہیں ہے یا موسیٰ مجنون ہے، اس سے جو کچھ صادر ہوتا ہے اسے اس کے فاتر العقل ہونے کی وجہ سے' اخذ نہ کیا جائے۔ حالانکہ انھیں پوری طرح علم تھا خاص طور پر فرعون جانتا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سچے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا﴾ (النمل: ۱۴/۲۷) ''اور انھوں نے ظلم اور تکبر سے آیات الٰہی کا انکار کر دیا، حالانکہ ان کے دل تو ان کو تسلیم کر چکے تھے۔'' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا: ﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ بَصَآىِٕرَ﴾ (بنی اسرائیل: ۱۰۲/۱۷) ''تجھے علم ہو چکا ہے کہ ان بصیرت افروز نشانیوں کو آسمانوں اور زمین کے رب کے سوا کسی نے نازل نہیں کیا۔'' ﴿فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَ هُوَ مُلِيْمٌ﴾ ''پس ہم نے اسے اور اس کے لاؤ لشکر کو پکڑ لیا اور ان کو دریا میں پھینک دیا اور وہ قابل ملامت (کام کرنے والا) تھا۔'' یعنی وہ گناہ گار حد سے تجاوز کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں سرکشی کرنے والا تھا پس غالب اور مقتدر ہستی نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔

وَ فِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ (۴۱) ۚ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ

اور عاد (کے قصے) میں (نشانی ہے) جب بھیجی ہم نے ان پر ہوا بانجھ (بے برکت)○ نہیں چھوڑتی تھی وہ کسی چیز کو کہ آتی تھی وہ

عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ (۴۲) ؕ

اس پر مگر کر دیتی تھی اس کو مانند بوسیدہ ہڈی کے○

﴿وَ فِيْ عَادٍ﴾ ''اور عاد میں بھی۔'' نشان عبرت ہے جو ایک معروف قبیلہ تھا۔ ﴿اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ﴾ جب انھوں نے اپنے نبی ہود علیہ السلام کو جھٹلایا تو ہم نے ان پر نامبارک ہوا بھیجی جو خیر سے خالی تھی۔ ﴿مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ﴾ ''وہ جس پر سے بھی گزرتی تو وہ اسے ریزہ ریزہ

کیے بغیر نہ چھوڑتی۔'' یعنی ریزہ ریزہ کی ہوئی بوسیدہ چیز کے مانند۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ ہستی جس نے قوم عاد کو ان کی قوت اور طاقت کے باوجود ہلاک کر ڈالا' کامل قوت واقتدار کی مالک ہے جسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی' وہ نافرمانی کرنے والوں سے انتقام لے سکتی ہے۔

وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٤٣﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ

اور ثمود (کے قصے) میں (نشانی ہے) جب کہا گیا ان سے تم فائدہ اٹھاؤ ایک وقت (تین دن) تک○ پس انہوں نے سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے تو پکڑ لیا انکو

الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿٤٥﴾

کڑک نے اس حال میں کہ وہ دیکھ رہے تھے○ پھر نہ استطاعت رکھی انہوں نے کھڑے ہونے کی اور نہ تھے وہ بدلہ لینے والے ہی○

﴿وَفِيْ ثَمُوْدَ﴾ ''اور ثمود میں بھی۔'' ایک عظیم نشان عبرت ہے' جب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا تو انھوں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کے ساتھ عناد کا رویہ رکھا' اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف واضح معجزے کے طور پر اونٹنی بھیجی' مگر ان کی سرکشی اور نفرت اور بڑھ گئی ﴿اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ○ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ﴾ ''چنانچہ انھیں کہا گیا کہ ایک وقت تک فائدہ اٹھا لو تو انھوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ان کو کڑک نے آ پکڑا۔'' یعنی ہلاک کر دینے والی ایک بہت بڑی کڑک نے آ لیا ﴿وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ﴾ اور وہ اپنی اس سزا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ ﴿فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ﴾ ''پس وہ اٹھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے''۔ جس کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات حاصل کرتے ﴿وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ﴾ اور نہ وہ اپنے لیے کوئی مدد ہی حاصل کر سکے۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٤٦﴾ ع

اور (ہلاک کیا ہم نے) قوم نوح کو (اس سے) پہلے' بلاشبہ وہ تھے لوگ نافرمان○

یعنی اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کے ساتھ بھی یہی کیا' جب انھوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان اور زمین سے بے پناہ سیلاب بھیجا جس نے ان کے آخری آدمی تک کو غرق کر دیا اور کافروں کا ایک بھی بستا ہوا گھر باقی نہ چھوڑا۔ یہ ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی عادت اور سنت ہے جو اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔

وَالسَّمَاۗءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿٤٨﴾

اور آسمان' بنایا ہم نے اسکو ساتھ قوت کے اور بلاشبہ ہم البتہ وسعت والے ہیں○ اور زمین' بچھایا ہم نے اسکو پس اچھا بچھانے والے ہیں (ہم)○

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ

اور ہر چیز کو پیدا کیا ہم نے جوڑا (جوڑا) شاید کہ تم نصیحت پکڑو○ پس دوڑو تم اللہ کی طرف بلاشبہ میں تمہیں

مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ ۵۰ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۖ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ ۵۱

اس سے ڈرانے والا ہوں ظاہر ○ اور نہ بناؤ تم اللہ کے ساتھ معبود دوسرا' بلاشبہ میں تمھیں اس سے ڈرانے والا ہوں ظاہر ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی عظیم قدرت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا﴾ یعنی ہم نے آسمان کو تخلیق کیا اور نہایت مہارت سے بنایا اور اسے زمین اور اس کی موجودات کے لیے چھت بنایا۔ ﴿بِأَيْدٍ﴾ ''قوت سے۔'' یعنی عظیم قدرت و قوت کے ساتھ۔ ﴿وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ﴾ اور ہم اس کو اس کے کناروں اور گوشوں تک وسعت دیتے ہیں' نیز ہم اپنے بندوں کے لیے بھی رزق کو وسیع کرتے ہیں۔ بیابانوں کے چٹیل میدانوں میں' سمندروں کی سرکش موجوں میں اور عالم علوی اور عالم سفلی میں ان کے کناروں تک کوئی جاندار ایسا نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اتنا رزق بہم نہ پہنچایا ہو جو اس کے لیے کافی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسے احسان سے نہ نوازا ہو جو اسے بے نیاز کرتا ہو۔ پس پاک ہے وہ ذات جس کا جود و کرم تمام مخلوقات کے لیے عام ہے اور نہایت بابرکت ہے وہ ہستی جس کی بے پایاں رحمت تمام جانداروں پر سایہ کناں ہے۔

﴿وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا﴾ یعنی ہم نے زمین کو مخلوق کے لیے فرش بنایا ہے تاکہ وہ ان تمام امور پر متمکن ہوں جو ان کے مصالح سے تعلق رکھتے ہیں' مثلاً: گھر بنانا' باغات لگانا' کھیتی باڑی کرنا' بیٹھنا اور ان راستوں پر چلنا جو ان کو ان کے مقصد تک پہنچاتے ہیں اور چونکہ فرش کبھی تو ہر لحاظ سے انتفاع کے قابل ہوتا ہے اور کبھی کسی لحاظ سے قابل انتفاع نہیں ہوتا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ اس نے مکمل طور پر بہترین طریقے سے ہموار کیا ہے اور اس بنا پر اپنی حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ﴾ ''پس کیا خوب بچھانے والے ہیں۔'' جس نے اپنی حکمت اور رحمت کے تقاضے کے مطابق زمین کو ہموار کیا۔

﴿وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ﴾ یعنی حیوانات کی ہر نوع میں نر اور مادہ دو اصناف پیدا کیں۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ شاید کہ تم ان نعمتوں کی بدولت جو اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کے جوڑے بنا کر تم پر کیں غور و فکر کرو اور اس کی حکمت یہ ہے کہ اس نے جوڑوں کی تخلیق کو تمام حیوانات کی انواع کی بقا کا سبب بنایا تاکہ تم ان کی افزائش' ان کی خدمت اور ان کی تربیت کا انتظام کرو جس سے مختلف منافع حاصل ہوتے ہیں۔ ﴿فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ﴾ ''لہٰذا تم اللہ کی طرف دوڑو۔'' چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی ان آیات میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے جو خشیتِ الٰہی اور انابت الی اللہ کی موجب ہیں' اس لیے اس چیز کا حکم دیا جو اس غور و فکر کی مقصود و مطلوب ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف فرار ہونا' یعنی جو چیز ظاہری اور باطنی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے' اسے چھوڑ کر اس چیز کی طرف فرار ہونا جو ظاہری اور باطنی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کو پسند ہے' جہالت سے فرار ہو کر علم کی طرف آنا' کفر سے بھاگ کر ایمان کی طرف آنا' اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے فرار ہو کر اس کی اطاعت کی طرف آنا اور غفلت کو چھوڑ کر ذکر الٰہی کی طرف آنا۔

پس جس نے ان امور کو مکمل کر لیا' اس نے دین کی تکمیل کر لی' اس سے خوف زائل ہو گیا اور اسے اس کی منزل مراد اور مطلوب و مقصود حاصل ہو گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی طرف اس رجوع کو ''فرار'' کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ غیر اللہ کی طرف رجوع میں خوف اور ناپسندیدہ امور کی بہت سی انواع پنہاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع میں انواع و اقسام کے پسندیدہ امور' امن' مسرت' سعادت اور فوز و فلاح پوشیدہ ہیں۔ پس بندہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے بھاگ کر اس کی قضا و قدر کی طرف آئے اور ہر وہ ہستی جس سے آپ ڈرتے ہیں اس سے بھاگ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ لیں کیونکہ اس خوف کی مقدار کے مطابق ہی اللہ تعالیٰ کی طرف فرار ہو گا۔ ﴿اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴾ یعنی میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔

﴿وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ ''اور اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا الٰہ نہ بناؤ۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف فرار میں شمار ہوتا ہے، بلکہ یہی اس کی طرف حقیقی فرار ہے کہ بندہ غیر اللہ کو معبود بنانے کو یعنی بتوں' اللہ تعالیٰ کے خود ساختہ ہمسروں اور قبروں وغیرہ کو جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے' چھوڑ کر اپنے رب کے لیے اپنی عبادت' اپنے خوف و رجا' دعا اور انابت کو خالص کرے۔

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۚ﴿٥٢﴾

اسی طرح نہیں آیا تھا ان لوگوں کے پاس جو ان سے پہلے تھے کوئی رسول مگر انہوں نے کہا' (یہ) ساحر ہے یا مجنون ○

اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۚ﴿٥٣﴾

کیا (یہ) ایک دوسرے کو وصیت کرتے آئے ہیں اس (بات) کی؟ (نہیں) بلکہ وہ (سارے) لوگ ہی ہیں سرکش ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو مشرکین کی تکذیب کے مقابلے میں تسلی دیتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرتے ہیں' اس کے بارے میں مختلف بری باتیں کرتے ہیں جن سے وہ منزہ اور پاک ہے۔ ایسی باتیں کہنا ہمیشہ سے ان مجرموں اور رسولوں کو جھٹلانے والوں کی عادت رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا رسول مبعوث نہیں فرمایا جس پر اس کی قوم نے جادوگر اور مجنون ہونے کا بہتان نہ لگایا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اقوال جو ان کے اولین و آخرین سے صادر ہوئے ہیں کیا یہ ایسے اقوال نہیں جن کی انھوں نے ایک دوسرے کو وصیت اور ایک دوسرے کو تلقین کی ہے؟ پس اس سبب سے ان کا ان اقوال پر اتفاق کر لینا کچھ بعید نہیں۔ ﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں۔'' ان کے دل اور اعمال' کفر اور سرکشی کے سبب سے باہم مشابہت رکھتے ہیں۔ پس ان کی سرکشی سے جنم لینے والے ان کے اقوال بھی باہم مشابہت رکھتے ہیں اور فی الواقع ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِیْنَآ اٰیَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ (البقرۃ: ۱۱۸/۲) ''اور وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے' کہتے ہیں

کہ اللہ ہم سے ہم کلام کیوں نہیں ہوتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی' اسی طرح ان سے پہلے لوگ ان جیسی باتیں کیا کرتے تھے' ان کے دل ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں۔'' اور اسی طرح اہل ایمان کے دل' چونکہ اطاعت حق اور اس کی طلب اور کوشش میں باہم مشابہ ہیں' اس لیے وہ اپنے رسولوں پر ایمان' ان کی تعظیم و توقیر اور ان کے مرتبے کے لائق خطاب کے ذریعے سے مخاطب ہونے میں جلدی کرتے ہیں۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

سو آپ منہ پھیر لیں ان سے' پس نہیں ہیں آپ قابلِ ملامت ○ اور آپ نصیحت کرتے رہیں' پس بلاشبہ نصیحت نفع دیتی ہے مومنوں کو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول کو اعراض کرنے اور جھٹلانے والوں سے روگردانی کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ﴾ یعنی آپ ان کی پروا کیجیے نہ ان کا کوئی مؤاخذہ کیجیے' اپنے معاملات پر توجہ مرکوز رکھیے۔ ﴿فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ﴾ ان کے گناہ پر آپ کو کوئی ملامت نہیں' آپ کے ذمے تو صرف پہنچا دینا ہے جو ذمہ داری آپ ﷺ کے سپرد کی گئی تھی وہ آپ نے پوری کر دی ہے اور جو پیغام دے کر آپ کو بھیجا گیا تھا وہ آپ نے پہنچا دیا ہے۔ ﴿وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور نصیحت کیجیے' بلاشبہ نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔''

اور تذکیر کی دو اقسام ہیں:

(۱) ایسے امور کے ذریعے سے تذکیر جن کی تفصیل کی معرفت حاصل نہیں' البتہ وہ فطرت اور عقل کے ذریعے سے مجمل طور پر معروف ہیں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے عقل میں خیر سے محبت اور خیر کو ترجیح دینا' شر کو ناپسند کرنا اور اس سے دور بھاگنا ودیعت کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت اس کے موافق ہے۔ پس شریعت کا ہر امر و نہی' تذکیر ہے۔ تذکیر کامل یہ ہے کہ ماموراتِ شریعت میں بھلائی' حسن اور انسانی مصالح پوشیدہ ہیں ان کا ذکر کیا جائے اور منہیات میں جو نقصانات پنہاں ہیں ان کا ذکر کیا جائے۔

(۲) تذکیر کی دوسری قسم ان امور کے ذریعے سے تذکیر ہے جو اہل ایمان کو معلوم ہیں۔ مگر غفلت اور مدہوشی نے انھیں ڈھانپ رکھا ہے' ان کو ان امور کی یاددہانی کرائی جاتی ہے' ان کے سامنے ان باتوں کو مکرر بیان کیا جاتا ہے تاکہ یہ باتیں ان کے ذہن میں راسخ ہو جائیں' ان کو تنبیہ ہوتی رہے اور جن باتوں کی انھیں یاددہانی ہوئی ہے ان پر عمل پیرا ہوں' نیز یہ کہ ان میں نشاط اور ہمت پیدا ہو جو ان کے لیے فائدے اور بلندی کی موجب ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ نصیحت اور تذکیر مومنوں کو فائدہ دیتی ہے کیونکہ ان کے پاس جو سرمایۂ ایمان' خشیتِ الٰہی' انابت الی اللہ اور اتباع رسول ہے' یہ تمام اوصاف اس بات کے موجب ہیں کہ تذکیر ان کو فائدہ دے اور نصیحت ان کے دل میں اتر جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ○ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ○ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى﴾ (الأعلیٰ: ۸۷/۹-۱۱) ''(اے نبی!) آپ نصیحت

کرتے رہیے، اگر نصیحت نفع دے۔ جو خشیت سے بہرہ ور ہے، وہ ضرور نصیحت پکڑے گا اور بدبختی کا مارا ہوا اس سے پہلو تہی کرے گا۔'' جس میں ایمان کی رمق ہے نہ نصیحت قبول کرنے کی استعداد، اس کو تذکیر اور نصیحت کوئی فائدہ نہیں دیتی، وہ اس شور زدہ زمین کے مانند ہے جس کو بارش سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، اس قسم کے لوگوں کے پاس اگر تمام نشانیاں بھی آجائیں تو وہ پھر بھی اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ

اور نہیں پیدا کیے میں نے جن اور انسان مگر (اس لیے) تاکہ وہ عبادت کریں میری ہی ○ نہیں چاہتا میں ان سے کوئی رزق

وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿٥٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿٥٨﴾

اور نہیں چاہتا میں یہ کہ وہ کھلائیں مجھے ○ بلاشبہ اللہ ہی ہے رزاق، قوت والا، نہایت قوی ○

وہ مقصد جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کو تخلیق فرمایا، تمام انبیاء و رسل کو مبعوث کیا جو لوگوں کو اس مقصد کی طرف بلاتے رہے، وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جو اس کی معرفت، اس کی محبت، اس کی طرف انابت اور ماسوا سے منہ موڑ کر صرف اسی کی طرف توجہ کرنے کو متضمن ہے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی معرفت سے وابستہ ہے بلکہ بندے میں اپنے رب کی معرفت جتنی زیادہ ہوگی اس کی عبادت اتنی ہی کامل ہوگی۔ یہ وہ مقصد ہے جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے مکلفین کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ اسے ان سے کوئی ضرورت تھی۔

﴿مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ﴾ ''میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا، اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔'' یعنی اللہ عزوجل اس سے بہت بلند ہے کہ وہ کسی بھی لحاظ سے کسی کا محتاج ہو۔ تمام مخلوق اپنی حوائج و مطالب ضروریہ اور غیر ضروریہ میں اس کی محتاج ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ رزق کثیر کا مالک ہے۔ زمین و آسمان میں کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے نہ ہو، وہ اس کا ٹھکانا بھی جانتا ہے اور اس جگہ کو بھی جانتا ہے جہاں اس کو سونپا جانا ہے۔ ﴿ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ یعنی وہ تمام قوت اور قدرت کا مالک ہے۔ جس نے اس قدرت کے ذریعے سے عالم علوی اور عالم سفلی کے بڑے بڑے اجسام کو وجود بخشا، اس قدرت کے ذریعے سے وہ ظاہر و باطن میں تصرف کرتا ہے اور اس کی مشیت تمام مخلوق پر نافذ ہے۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، کوئی بھاگنے والا اسے بے بس کر سکتا ہے نہ کوئی اس کے تسلط سے باہر نکل سکتا ہے۔ یہ اس کی قوت کا کرشمہ ہے کہ اس نے تمام کائنات کو بہم رزق پہنچایا۔ یہ اس کی قدرت و قوت ہے کہ وہ مُردوں کو دوبارہ زندگی بخشے گا جبکہ بوسیدگی نے ان کو ریزہ ریزہ کر دیا ہوگا، ہوائیں ان (کے ذرات) کو اڑا کر بکھیر چکی ہوں گی، پرندے اور درندے انھیں نگل چکے ہوں گے اور وہ چٹیل بیابانوں اور سمندر میں بکھر چکے ہوں گے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی اس سے بچ نہیں سکے گا۔ ان کے اجساد کو جو زمین کم کر

رہی ہے' وہ اسے خوب جانتا ہے' پاک ہے وہ ذات جو قوت والی اور طاقت ور ہے۔

فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾

پس بیشک ان لوگوں کیلیے جنہوں نے ظلم کیا ایک ڈول (حصہ عذاب) ہے مثل ڈول (حصے) انکے ساتھیوں کے پس نہ جلدی طلب کریں وہ مجھ سے (عذاب) ○

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

پس ہلاکت ہے ان کے لیے جنہوں نے کفر کیا' ان کے اس دن (کے آنے) سے جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں ○

وہ لوگ جنھوں نے حضرت محمد ﷺ کی تکذیب کر کے ظلم کا ارتکاب کیا' ان کے لیے عذاب اور سزا ہے۔ ﴿ ذَنُوْبًا ﴾ یعنی ان کے لیے بھی اسی طرح حصہ ہے جس طرح ان کے ساتھی اہل ظلم اور اہل تکذیب کے ساتھ کیا گیا۔ ﴿ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ ﴾ اس لیے وہ عذاب کے لیے جلدی نہ مچائیں کیونکہ قوموں کے بارے میں سنت الٰہی ایک ہی ہے۔ چنانچہ ہر جھٹلانے والا شخص جو اپنی تکذیب پر جما ہوا ہے جو توبہ کرتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے' اس پر عذاب ضرور واقع ہوگا' خواہ کچھ مدت کے لیے مؤخر ہو جائے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے ان کو قیامت کی وعید سنائی ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴾ ''پس کافروں کے لیے اس دن ہلاکت ہے جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔'' اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس میں ان کو مختلف قسم کے عذاب' سزاؤں' بیڑیوں کی وعید سنائی گئی ہے' ان کا کوئی مددگار ہوگا نہ کوئی ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا ہوگا۔ ہم اس عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

تفسیر سورۃ الطور

سُوْرَةُ الطُّوْرِ (۵۲) مَكِّيَّةٌ (۷۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰیَاتُهَا ۴۹ رُكُوْعَاتُهَا ۲

وَالطُّوْرِ ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴿۲﴾ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ﴿۳﴾ وَّالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿۴﴾

قسم ہے طور (پہاڑ) کی ○ اور ایک کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے ○ کاغذ میں جو کھلا ہوا ہے ○ اور بیت المعمور کی ○

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ﴿۵﴾ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ

اور چھت بلند کی ہوئی کی ○ اور سمندر بھڑکائے ہوئے کی ○ بلاشبہ عذاب آپکے رب کا ضرور واقع ہونیوالا ہے ○ نہیں ہے اسے

مِنْ دَافِعٍ ﴿۸﴾ یَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴿۹﴾ وَّتَسِیْرُ الْجِبَالُ سَیْرًا ﴿۱۰﴾ فَوَیْلٌ

کوئی دفع کرنیوالا ○ (واقع ہوگا) جس دن تیزی سے حرکت کریگا آسمان تیزی سے حرکت کرنا ○ اور چلیں گے پہاڑ چلنا ○ پس ہلاکت ہے

یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ خَوْضٍ یَّلْعَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ یَوْمَ یُدَعُّوْنَ

وقف لازم

اس دن جھٹلانے والوں کیلیے ○ وہ لوگ کہ وہ (تکذیب میں) مشغول ہیں کھیل رہے ہیں ○ جس دن سختی سے دھکیلے جائینگے وہ

اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ (۱۳) هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (۱۴) اَفَسِحْرٌ

آتش جہنم کی طرف سختی سے دھکیلا جانا ○ (کہا جائے گا:) یہی ہے وہ آگ وہ جو تھے تم اس کو جھٹلاتے ○ کیا پس جادو ہے

هٰذَاۤ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۚ (۱۵) اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْۤا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ ؕ

یہ؟ یا تم نہیں دیکھتے؟ ○ داخل ہو جاؤ تم اس میں، پس صبر کرو یا نہ صبر کرو برابر ہے تم پر،

اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۱۶)

یقیناً جزا دیے جاؤ گے تم جو کچھ کہ تھے تم عمل کرتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ جلیل القدر حکمتوں پر مشتمل عظیم امور کے ساتھ حیات بعد الموت اور متقین اور مکذبین کی جزا و سزا پر قسم کھاتا ہے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے کوہ طور کی قسم کھائی، طور وہ پہاڑ ہے جہاں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ہم کلام ہوا اور اس نے ان کی طرف وحی بھیجی اور ان پر احکام شریعت نازل فرمائے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی امت پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیاں اور اس کی نعمتیں ہیں، بندے جن کو شمار کر سکتے ہیں نہ ان کی قیمت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ ﴿وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ﴾ ''اور ایک کتاب کی (قسم) جو لکھی ہوئی ہے۔'' اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہو جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز لکھ رکھی ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد قرآن کریم ہو جو سب سے افضل کتاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح نازل کیا ہے کہ وہ اولین و آخرین کی خبروں اور سابقین و لاحقین کے علوم پر مشتمل ہے۔ ﴿فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ﴾ یعنی اوراق میں لکھا گیا ہے جو بالکل ظاہر ہے، مخفی نہیں ہے اور اس کا حال ہر خردمند اور صاحب بصیرت سے چھپا ہوا نہیں ہے۔

﴿وَّالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ﴾ ''اور بیت معمور کی (قسم)۔'' یہ وہ گھر ہے جو ساتویں آسمان سے اوپر واقع ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے مکرم فرشتوں سے آباد رہتا ہے اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہو کر اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں پھر قیامت تک دوبارہ ان کی باری نہیں آئے گی۔ کہا جاتا ہے کہ ''بیت المعمور'' سے مراد بیت اللہ ہے جو ہر وقت طواف کرنے والوں، نماز پڑھنے والوں، ذکر کرنے والوں اور حج و عمرہ کے لیے آنے والوں سے آباد رہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں قسم کھائی ہے: ﴿وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ﴾ (التین: ۳/۹۵) ''اور اس امن والے شہر کی قسم۔'' وہ گھر جو روئے زمین کے تمام گھروں سے افضل ہے، لوگ حج اور عمرہ کے لیے اس کا قصد کرتے ہیں جو اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن اور اس کی ان عظیم بنیادوں میں سے ہے جن کے بغیر اسلام مکمل نہیں ہوتا، یہ وہ گھر ہے جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا، جس کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے جمع ہونے اور امن کی جگہ مقرر فرمایا، یہ اس بات کا مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی قسم کھائے اور اس کی عظمت کو بیان فرمائے جو اس گھر کے اور اس کی حرمت کے لائق ہے۔

﴿وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ﴾ ’’اور اونچی چھت کی (قسم)۔‘‘ یعنی آسمان کی جس کو اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کے لیے چھت اور زمین کے لیے آبادی کی بنیاد بنایا‘ زمین کی خوش نمائیاں آسمان سے مدد لیتی ہیں‘ آسمان کی علامات اور روشنیوں سے راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش‘ رحمت اور انواع واقسام کے رزق نازل کرتا ہے۔ ﴿وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ﴾ یعنی پانی سے لبریز سمندر کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اسے پانی سے لبریز کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ اسے بہہ کر روئے زمین پر پھیل جانے سے روک دیا‘ حالانکہ پانی کی فطرت یہ ہے کہ وہ زمین کو ڈھانپ لیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ یہ پانی کو ادھر ادھر بہہ جانے سے روک دے تاکہ روئے زمین پر مختلف حیوانات زندہ رہ سکیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ﴿الْمَسْجُوْرِ﴾ سے مراد وہ سمندر ہے جس میں قیامت کے دن آگ بھڑکائی جائے گی‘ اس کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے اور وہ اپنی کشادگی کے باوجود عذاب کی مختلف اصناف سے بھرا ہوا ہوگا۔

یہ اشیاء جن کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے قسم کھائی ہے دلالت کرتی ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں‘ اس کی توحید کے دلائل اور اس کی قدرت اور حیات بعد الموت کے براہین ہیں۔ بنابریں فرمایا: ﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ﴾ یعنی تیرے رب کے عذاب کا واقع ہونا لازمی ہے‘ اللہ تعالیٰ اپنے قول اور وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ ﴿مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ﴾ ’’اسے کوئی روکنے والا نہیں۔‘‘ یعنی کوئی ایسی ہستی نہ ہوگی جو اسے دور ہٹا سکے اور نہ کوئی ایسا مانع ہوگا جو اسے روک سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے نہ کوئی بھاگ کر اس سے بچ سکتا ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دن کا وصف بیان فرمایا جس دن یہ عذاب واقع ہوگا‘ چنانچہ فرمایا: ﴿يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا﴾ ’’جس دن آسمان تیز تیز حرکت کرنے لگے گا۔‘‘ یعنی گھومے گا اور مضطرب ہوگا۔ بے قراری اور عدم سکون کی وجہ سے دائمی طور پر متحرک رہے گا۔ ﴿وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا﴾ یعنی پہاڑ اپنی جگہوں سے ہل جائیں گے اور بادل کے مانند چلیں گے اور وہ ایسے رنگ برنگے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگی اون۔ اس کے بعد یہ پہاڑ بکھر جائیں گے یہاں تک کہ وہ غبار بن جائیں گے۔ یہ سب کچھ قیامت کے دن کی ہولناکیوں کی وجہ سے ہوگا۔ تب بے چارے کمزور آدمی کا کیا حال ہوگا؟

﴿فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ’’پس اس دن جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔‘‘ الویل ہر قسم کی عقوبت‘ حزن وغم‘ عذاب اور خوف کے لیے ایک جامع کلمہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان جھٹلانے والوں کا وصف بیان فرمایا جو اس ویل کے مستحق ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ﴾ ’’جو اپنی بے ہودہ گوئی میں اچھل کود کر رہے ہیں۔‘‘ یعنی وہ باطل میں گھس کر اس سے کھیل رہے ہیں‘ پس ان کے تمام علوم اور ان کی تمام ضرر رساں علمی تحقیقات تکذیب حق اور تصدیق باطل کو متضمن ہیں‘ ان کے تمام اعمال‘ جہلاء‘ سفہاء اور لہو ولعب میں

مشغول لوگوں کے اعمال ہیں، بخلاف ان اعمال کے جن پر اہلِ تصدیق اور اہلِ ایمان کار بند ہیں، یعنی علوم نافعہ اور اعمالِ صالحہ۔ ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا﴾ یعنی جہنم کی آگ کی طرف دھکیلے جائیں گے اور نہایت درشتی سے انھیں ہانکا جائے گا، انھیں چہروں کے بل گھسیٹا جائے گا اور زجر و توبیخ اور ملامت کے طور پر انھیں کہا جائے گا: ﴿هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾ ”یہی وہ آگ ہے جسے تم جھوٹ سمجھتے تھے۔“ آج دائمی عذاب کا مزہ چکھو جس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے نہ اس کا وصف بیان ہو سکتا ہے۔

﴿اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ﴾ کیا پھر یہ جادو ہے؟ یا تم دیکھتے ہی نہیں؟ اس میں یہ احتمال ہے کہ اشارہ جہنم اور عذاب کی طرف ہو جیسا کہ آیات کا سیاق دلالت کرتا ہے، یعنی جب وہ عذاب کو دیکھ لیں گے تو جھڑ کنے کے انداز میں ان سے پوچھا جائے گا: کیا یہ جادو ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں اور تم نے اسے دیکھ لیا ہے یا تم دنیا کے اندر دیکھ نہیں سکتے تھے، یعنی تمھارے اندر کوئی بصیرت تھی نہ تم علم رکھتے تھے بلکہ تم اس معاملے میں بالکل جاہل تھے اور تم پر حجت قائم نہ ہوئی تھی؟ اور جواب دونوں امور کی نفی ہے۔

رہا اس کا جادو ہونا تو تم پر یہ حقیقت پوری طرح واضح تھی کہ یہ سب سے بڑا حق اور سب سے بڑی سچائی ہے جو ہر لحاظ سے جادو کے منافی ہے۔ رہا ان کا (دنیا کے اندر) بصیرت سے محروم ہونا تو معاملہ اس کے برعکس ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہوئی، انبیاء و مرسلین نے ان کو ایمان کی طرف دعوت دی، ان پر دلائل و براہین قائم کیے جنھوں نے اسے سب سے بڑی، سب سے واضح، جلیل القدر اور ثابت شدہ حقیقت بنا دیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد: ﴿اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ﴾ میں اشارہ اس حق مبین اور صراط مستقیم کی طرف ہو جسے لے کر محمد مصطفیٰ ﷺ مبعوث ہوئے ہیں۔ کیا کوئی ایسا شخص جو عقل سے بہرہ مند ہے، اس کے بارے میں یہ کہنے کا تصور کر سکتا ہے کہ یہ جادو ہے، حالانکہ یہ عظیم ترین اور جلیل ترین حق ہے؟ مگر وہ بصیرت سے محروم ہونے کی وجہ سے ایسی باتیں کر رہے ہیں۔

﴿اِصْلَوْهَا﴾ یعنی اس آگ میں اس طرح داخل ہو جاؤ کہ یہ تمھیں گھیر لے، تمھارے بدنوں کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے لے اور تمھارے دلوں تک جا پہنچے۔ ﴿فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ﴾ ”پس تم صبر کرو یا نہ کرو تمھارے لیے یکساں ہے۔“ یعنی جہنم کے اندر صبر تمھیں کوئی فائدہ نہیں دے گا، تم ایک دوسرے کو تسلی دے سکو گے نہ تمھارے عذاب میں تخفیف کی جائے گی۔ یہ عذاب ان امور میں سے نہیں جن پر بندہ صبر کرتا ہے تو ان کی مشقت کم اور ان کی شدت زائل ہو جاتی ہے۔ ان کے ساتھ یہ سب کچھ ان کے گندے اعمال اور ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ہوگا۔ بنا بریں فرمایا: ﴿اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ”بے شک تمھیں اسی چیز کا بدلہ دیا جاتا ہے جو تم کرتے رہے۔“

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿١٧﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ

بلاشبہ متقی لوگ باغات اور نعمتوں میں ہونگے ○ لطف اندوز ہو رہے ہونگے ان چیزوں سے جو دیگا انکو انکا رب اور بچالیا انہیں انکے رب نے

عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿١٨﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ

عذاب جہنم سے ○ کھاؤ اور پیو خوب مزے سے بدلے اس کے جو تھے تم عمل کرتے ○ تکیہ لگائے ہوں گے

عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿٢٠﴾

ایسے تختوں پر جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں گے اور ہم نکاح کر دیں گے ان کا بڑی آنکھوں والی حوروں سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل تکذیب کی سزا کا ذکر کرنے کے بعد، اہل تقویٰ کی نعمتوں کا ذکر فرمایا تاکہ ترغیب و ترہیب کو اکٹھا کر دے اور دل خوف و رجا کے درمیان رہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ جنھوں نے اپنے رب کے لیے تقوے کو اپنا شعار بنایا جو اس کے اوامر کی تعمیل اور اس کی نواہی سے کنارہ کشی کر کے اس کی ناراضی اور اس کے عذاب سے بچتے رہے۔ ﴿فِيْ جَنّٰتٍ﴾ وہ باغات میں ہوں گے، ان باغات کی روشوں کو گھنے درختوں نے ڈھانپ رکھا ہوگا، ان میں اچھلتی کودتی ندیاں ہوں گی، چار دیواری سے گھرے ہوئے محل اور آراستہ کیے ہوئے گھر ہوں گے ﴿وَّنَعِيْمٍ﴾ ’’اور نعمتوں میں ہوں گے۔‘‘ یہ قلب کی نعمت اور روح و بدن کی نعمت کو شامل ہے۔ ﴿فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ﴾ یعنی ان کا رب ان کو جس نعمت سے نوازے گا اس سے خوش ہوتے ہوئے، نہایت فرحت و سرور کے ساتھ اس سے متمتع ہوتے ہوئے اس سے لطف اندوز ہوں گے۔ ایسی نعمت جس کا وصف ممکن نہیں اور نہ کوئی نفس یہ جانتا ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے۔ پس ان کو ان کی پسندیدہ چیزیں عطا کرے گا اور ناپسندیدہ چیزوں سے بچائے گا کیونکہ انھوں نے وہ کام کیے جو ان کے رب کو پسند تھے اور ان کاموں سے اجتناب کیا جن سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا﴾ یعنی ہر قسم کے لذیذ کھانے اور مشروبات جو تمھارا دل چاہتا ہے کھاؤ پیو ﴿هَنِيْٓـًٔۢا﴾ یعنی مزے سے، بہجت و سرور اور فرحت و مسرت کے ساتھ ﴿بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ یعنی تمھیں جو کچھ حاصل ہوا ہے، تمھارے نیک اعمال اور اچھے اقوال کے باعث حاصل ہوا ہے۔ ﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ﴾ ’’وہ برابر بچھے ہوئے (شاندار) تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔‘‘ اَلْاِتِّكَاء سے مراد ہے راحت اور قرار کے ساتھ جم کر بیٹھنا۔ اَلسُّرُرْ سے مراد وہ تخت ہیں جو قیمتی پارچہ جات اور خوبصورت بچھونوں سے آراستہ کیے گئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا تختوں کا وصف بیان کرنا کہ وہ صف در صف بچھائے گئے ہوں گے، ان کی کثرت، حسن تنظیم، اہل جنت کے اجتماع، ان کی مسرت، ان کے حسن معاشرت اور باہم ملاطفت پر دلالت کرتا ہے۔ جب ان کے لیے قلب اور بدن و روح کی ایسی ایسی نعمتیں یکجا ہو جائیں گی، یعنی لذیذ ماکولات، مشروبات اور حسین اور دلکش مجالس جن کا گزر کبھی تصور و خیال میں بھی نہ ہوا ہوگا تو عورتوں کے ساتھ تمتع کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا جن کے بغیر مسرت کی تکمیل نہیں ہوتی۔ پس اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ان کے

لیے ایسی بیویاں ہوں گی جو اپنے اوصاف' تخلیق اور اخلاق کے اعتبار سے کامل ترین عورتیں ہوں گی۔ اس لیے فرمایا: ﴿وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ﴾ "اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ہم ان کا عقد کریں گے۔" اس سے مراد وہ عورتیں ہیں' جن میں ظاہری حسن و جمال اور اخلاق فاضلہ جمع ہیں جو اپنے حسن و جمال سے دیکھنے والوں کو متحیر کر دیتی ہیں اور لوگوں کی عقل سلب کر لیتی ہیں اور دل وصال کی چاہت میں ان کی طرف اڑ کر جاتے ہیں۔ اَلْعِيْنُ سے مراد ملیح اور خوبصورت آنکھوں والی عورتیں جن کی آنکھوں کی سفیدی اور سیاہی نہایت صاف اور واضح ہو۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ
اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور پیروی کی انکی انکی اولاد نے ساتھ ایمان کے تو ہم ملا دینگے انکے ساتھ انکی اولاد کو (جنت میں) اور نہیں
اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾ وَاَمْدَدْنٰهُمْ
کم کریں گے ہم ان کیلئے ان کے عمل سے کچھ بھی ہر شخص ساتھ اس کے جو اس نے کمایا گروی ہے ○ اور ہم خوب دیں گے ان کو
بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا
لذیذ میوے اور گوشت اس سے جو وہ چاہیں گے ○ ایک دوسرے سے جھپٹیں گے ایسا جام شراب کہ نہ لغو (بکواس) ہو گی اس میں اور نہ
تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ
کوئی گناہ ○ اور پھر رہے ہونگے ان پر نوعمر لڑکے ان (کی خدمت) کیلئے گویا کہ وہ موتی ہیں پردے میں چھپائے ہوئے ○ اور متوجہ ہونگے بعض انکے
عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ
بعض پر ایک دوسرے سے (حال) پوچھتے ہوئے ○ وہ کہیں گے بلاشبہ تھے ہم پہلے (اس سے) اپنے اہل (وعیال) میں ڈرنے والے ○ پس احسان کیا اللہ نے
عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ
ہم پر اور اس نے بچایا ہمیں لو (گرم ہوا) کے عذاب سے ○ بلاشبہ تھے ہم پہلے ہی اس (اللہ) کو پکارتے
اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾ ع
بے شک وہی ہے خوب احسان کرنے والا' بڑا رحم کرنے والا ○

یہ اہل جنت کی نعمتوں کی تکمیل ہے کہ اللہ تعالیٰ' اہل جنت کے ساتھ ان کی اس اولاد کو بھی لے جائے گا جنھوں نے ایمان لانے میں ان کی پیروی کی' یعنی وہ اس ایمان کی بنا پر ان کے ساتھ جا ملیں گے جو ان کے آباؤ اجداد سے صادر ہوا اور اولاد نے بھی ایمان کے ساتھ ان کی اتباع کی۔ اگر اولاد نے اپنے ایمان کے ساتھ جو خود ان سے صادر ہوا' اپنے آباؤ اجداد کی اتباع کی تو ان کے اپنے آباء کے ساتھ لاحق ہونا زیادہ اولیٰ ہے۔ ان مذکورہ بالا لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنت میں ان کے آباؤ اجداد کے ساتھ ان کے مقامات میں ملائے گا اگرچہ وہ ان مقامات پر نہ جا سکیں گے' یہ الحاق ان کے آباؤ اجداد کے لیے جزا اور ان کے ثواب میں اضافے کے طور پر ہو گا۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ آباؤ اجداد کے اعمال میں کوئی کمی واقع نہیں کرے گا۔

چونکہ کسی کو یہ تو ہم لاحق ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جہنم کے ساتھ بھی یہی کرے گا' ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملائے گا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ جنت اور جہنم کے احکام ایک جیسے نہیں ہیں۔ جہنم دار عدل ہے اور اللہ تعالیٰ کا عدل یہ ہے کہ وہ کسی کو گناہ کے بغیر سزا نہیں دیتا' اس لیے فرمایا: ﴿كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾ یعنی ہر شخص اپنے عمل ہی کا گروی ہے' کوئی جان کسی دوسرے کا بوجھ اٹھائے گی نہ کسی پر کسی دوسرے کا گناہ ڈالا جائے گا۔ ﴿وَاَمْدَدْنٰهُمْ﴾ یعنی ہم اپنے بے پایاں فضل و کرم سے اہل جنت کو اور زیادہ نعمتیں عطا کریں گے اور رزق عام سے بہرہ مند کریں گے۔ ﴿بِفَاكِهَةٍ﴾ یعنی انگور' انار' سیب اور نہایت لذیذ پھلوں کی مختلف اصناف سے نوازیں گے جو اس پر مستزاد ہوں گے جسے وہ عام خوراک کے طور پر استعمال کریں گے۔ ﴿وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ اور پرندوں وغیرہ کے ہر قسم کے گوشت جو وہ طلب کریں گے اور جو ان کا دل چاہے گا۔

﴿يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا﴾ رحیق اور شراب کے جاموں کا دور چلے گا' وہ آپس میں ایک دوسرے سے جام لے رہے ہوں گے اور ہمیشہ رہنے والے لڑکے پیالے اور صراحیاں لیے ان کے درمیان (خدمت کے لیے) گھوم رہے ہوں گے۔ ﴿لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ﴾ یعنی جنت میں کوئی لغو بات نہ ہوگی' وہ بات جس میں کوئی فائدہ نہیں اور نہ اس میں کوئی گناہ کی بات ہوگی۔ اور اس سے مراد وہ بات ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کا کوئی پہلو ہو۔ جب کلام لغو اور کلام معصیت دونوں کی نفی ہوگئی تو اس سے تیسری چیز کا اثبات ہوگیا، یعنی ان کا کلام (لغو امور سے) سلامت اور طیب و طاہر ہوگا جو نفوس کو مسرت اور دلوں کو فرحت بخشے گا' وہ بہترین طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے اور ایک دوسرے کے ساتھ ان کی دوستی پاکیزہ ترین دوستی ہوگی' انھیں اپنے رب کی طرف سے صرف وہی باتیں سننے کو ملیں گی جو ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کریں گی اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کے ان پر راضی ہونے اور ان سے محبت کرنے پر دلالت کرتی ہے۔

﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ﴾ یعنی نوجوان خدام ان کے آس پاس پھریں گے۔ ﴿كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ﴾ اپنے حسن اور خوب صورتی کی بنا پر، گویا وہ چھپائے ہوئے موتی ہیں۔ وہ ان کی خدمت اور ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ان کے پاس آ جا رہے ہوں گے۔ یہ چیز ان کے لیے بے پایاں نعمتوں اور کامل راحت پر دلالت کرتی ہے۔

﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾ ''اور وہ آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے۔'' یعنی دنیا کے معاملات اور اس کے احوال کے بارے میں ﴿قَالُوْٓا﴾ یعنی وہ اس چیز کا ذکر کرتے ہوئے جس نے انھیں خوشی اور مسرت کے احوال تک پہنچایا ہے' کہیں گے۔ ﴿اِنَّا كُنَّا قَبْلُ﴾ ''بلاشبہ اس سے پہلے ہم۔'' یعنی دنیا کے گھر میں ﴿فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ﴾ ''اپنے اہل و عیال میں (اللہ سے) ڈرا کرتے تھے۔'' یعنی ہم

نے اس کے خوف کی وجہ سے گناہوں کو چھوڑ دیا اور اس بنا پر عیوب کو درست کر لیا۔ ﴿فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا﴾ تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور توفیق کے ساتھ ہم پر احسان فرمایا۔ ﴿وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ﴾ اور کرم عذاب سے جس کی حرارت بہت سخت ہوگی، ہمیں بچایا۔ ﴿اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ﴾ ”بے شک اس سے پہلے ہم اس سے دعائیں کیا کرتے تھے۔“ کہ وہ ہمیں عذاب سموم سے بچائے اور نعمتوں بھری جنت میں پہنچائے۔ یہ جملہ دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ دونوں کو شامل ہے۔ یعنی ہم مختلف عبادات کے ذریعے سے اس کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور تمام اوقات میں اس کو پکارتے تھے۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ﴾ پس ہم پر اس کا احسان اور رحمت ہے کہ اس نے ہمیں اپنی رضا اور جنت سے بہرہ ور کیا اور اپنی ناراضی اور جہنم کے عذاب سے بچایا۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۭ (٢٩) اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ

سو آپ نصیحت کریں، پس نہیں ہیں آپ اپنے رب کے فضل سے کاہن اور نہ دیوانے ○ کیا وہ (کافر) کہتے ہیں کہ (وہ پیغمبر) شاعر ہے ہم انتظار کرتے ہیں

بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ (٣٠) قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۭ (٣١) اَمْ تَاْمُرُهُمْ

انکی بابت حوادث زمانہ (موت) کا ○ آپ کہہ دیجیے: تم انتظار کرو پس بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ○ کیا حکم دیتی ہیں انکو

اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۚ (٣٢) اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۚ (٣٣)

انکی عقلیں اسی (بات) کا یا وہ لوگ ہی سرکش ہیں؟ ○ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود ہی گھڑا ہے اس (قرآن) کو؟ بلکہ نہیں وہ ایمان لاتے ○

فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۭ (٣٤) اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ

پس چاہیے کہ وہ لے آئیں ایک بات مثل اس (قرآن) کے اگر ہیں وہ سچے ○ کیا پیدا کیے گئے ہیں وہ بغیر کسی چیز (خالق) کے یا

هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۭ (٣٥) اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۭ (٣٦) اَمْ عِنْدَهُمْ

وہی ہیں (خود) پیدا کرنے والے؟ ○ کیا انہوں نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو؟ بلکہ نہیں وہ یقین رکھتے ○ کیا انکے پاس

خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ ۭ (٣٧) اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ

خزانے ہیں آپکے رب کے؟ یا وہ (انکے) داروغے ہیں؟ ○ کیا ان کیلئے کوئی سیڑھی ہے کہ وہ سن لیتے ہیں اس پر (چڑھ کر)؟ پس چاہیے کہ لے آئے

مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۭ (٣٨) اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ۭ (٣٩) اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا

انکا سننے والا کوئی دلیل واضح ○ کیا اس (اللہ) کیلئے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لیے بیٹے؟ ○ کیا آپ مانگتے ہیں ان سے کوئی معاوضہ

فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۭ (٤٠) اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۭ (٤١) اَمْ

پس وہ (اس کے) تاوان سے بوجھل ہیں؟ ○ یا ان کے پاس (علم) غیب ہے پس وہ لکھتے ہیں؟ ○ کیا

يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۭ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ۭ (٤٢) اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ

وہ ارادہ کرتے ہیں کسی فریب کا؟ پس وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہی ہیں فریب خوردہ ○ کیا ان کے لیے کوئی اور معبود ہے

غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾

سوائے اللہ کے؟ پاک ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ وہ تمام لوگوں کو، مسلمانوں اور کفار کو نصیحت کریں تاکہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے اور توفیق یافتہ لوگ آپ کی تذکیر کے ذریعے سے راہ راست پالیں، نیز یہ کہ آپ مشرکین اہل تکذیب کی باتوں اور ان کی ایذا رسانی کو خاطر میں نہ لائیں اور ان کی ان باتوں کی پروا نہ کریں جن کے ذریعے سے وہ لوگوں کو آپ کی اتباع سے روکتے ہیں، حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ ان باتوں سے لوگوں میں سب سے زیادہ دور ہیں، بنابریں اللہ تعالیٰ نے ہر اس نقص کی نفی کر دی جسے وہ آپ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اس لیے فرمایا: ﴿ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ ﴾ یعنی نہیں ہیں آپ اپنے رب کے لطف وکرم سے ﴿ بِكَاهِنٍ ﴾ ''کاہن۔'' جس کے پاس جنوں کا سردار آتا ہے اور اس کے پاس غیب کی خبر لاتا ہے اور وہ اس میں سو جھوٹ خود اپنی طرف سے شامل کر دیتا ہے۔ ﴿ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴾ اور نہ آپ فاتر العقل ہیں بلکہ آپ عقل میں تمام لوگوں سے زیادہ کامل، شیاطین سے سب سے زیادہ دور، صداقت میں سب سے بڑے، تمام لوگوں میں سب سے زیادہ جلیل القدر اور سب سے زیادہ کامل ہیں۔

اور کبھی کبھی ﴿ يَقُوْلُوْنَ ﴾ وہ آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ بلاشبہ وہ ﴿ شَاعِرٌ ﴾ ''شاعر ہے۔'' شعر کہتا ہے اور اس کے پاس جو چیز آتی ہے وہ شاعری ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ﴾ (یٰس: ٦٩/٣٦) ''ہم نے اسے شاعری سکھائی ہے نہ شاعری اس کے لائق ہے۔'' ﴿ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴾ یعنی ہم اس کی موت کا انتظار کر رہے ہیں پس اس کا معاملہ ختم ہو جائے گا اور ہم اس سے نجات حاصل کر کے راحت پالیں گے۔ ﴿ قُلْ ﴾ آپ اس حماقت آمیز بات کے جواب میں ان سے کہہ دیجیے: ﴿ تَرَبَّصُوْا ﴾ یعنی تم میرے مرنے کا انتظار کرو ﴿ فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴾ ''پس میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔'' ہم تمھارے بارے میں اس انتظار میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں تمھیں عذاب میں مبتلا کرے۔

﴿ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴾ ''کیا ان کی عقلیں انھیں یہی سکھاتی ہیں یا یہ لوگ ہی سرکش ہیں؟'' یعنی کیا ان کا آپ کو یہ جھٹلانا اور ان کی یہ باتیں جو وہ (آپ کے بارے میں) کرتے ہیں، ان کی عقل وخرد سے صادر ہوئی ہیں؟ کتنی بری ہے ان کی عقل وخرد جس کے یہ نتائج اور یہ ثمرات ہیں کیونکہ ان کی عقلوں ہی نے تو مخلوق میں سے زیادہ کامل العقل کو مجنون اور سب سے بڑی صداقت اور سب سے بڑے حق کو جھوٹ اور باطل قرار دیا، ایسی (فاسد) عقلوں سے تو مجانین بھی منزہ ہیں۔ یا اس پر جس چیز نے ان کو آمادہ کیا ہے وہ ان کا ظلم اور سرکشی ہے؟ اور فی الواقع ظلم اور

سرکشی ہی اس کا سبب ہے۔ پس سرکشی ایک ایسی چیز ہے جس کی کوئی حد نہیں جہاں آ کر وہ رک جائے۔ ایک سرکش اور حدود سے تجاوز کرنے والے شخص سے کسی بھی قول و فعل کا صدور ہونا کوئی انوکھی بات نہیں۔

﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ﴾ کیا وہ کہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) نے خود ہی یہ (قرآن) گھڑ لیا ہے اور اسے خود اپنی طرف سے کہا ہے؟ ﴿ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ ”بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے۔“ پس اگر وہ ایمان لائے ہوتے تو وہ اس طرح کی باتیں نہ کہتے جو انھوں نے کہی ہیں۔ ﴿ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴾ یعنی اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ اسے محمد (ﷺ) نے تصنیف کیا ہے تو تم نہایت فصیح عرب اور بڑے بلیغ لوگ ہو اور اللہ تعالیٰ نے تمھیں مقابلے کی دعوت بھی دی ہوئی ہے کہ تم اس جیسا کلام بنا لاؤ تاکہ تمھاری مخالفت کی صداقت ثابت ہو ورنہ تم قرآن کی صداقت کو تسلیم کر لو اور اگر تم تمام انسان اور جنات اکٹھے ہو جاؤ، تب بھی تم اس کا معارضہ کر سکتے ہو نہ اس جیسا کلام بنا کر لا سکتے ہو۔ تب اس وقت تمھارا معاملہ دو امور میں سے ایک ہے۔ یا تو اس کو تسلیم کرتے ہو اور اس کی ہدایت کی پیروی کرتے ہو یا تم عناد رکھتے ہوئے باطل کی اتباع کرتے ہو۔

﴿ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴾ ”کیا یہ کسی کے پیدا کیے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود (اپنے آپ کو) پیدا کرنے والے ہیں؟“ یہ ان کے سامنے ایک ایسی چیز کے ذریعے سے استدلال ہے جس میں حق کو تسلیم کیے بغیر ان کے لیے کوئی چارہ نہیں یا اس سے ان کا عقل و دین کی موجبات سے نکلنا ثابت ہو جائے گا۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے ہیں اور انبیاء و رسل کو جھٹلاتے ہیں اور یہ اس حقیقت کے انکار کو مستلزم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے۔ شریعت کے ساتھ ساتھ عقل میں بھی یہ چیز متحقق ہے کہ ان کی تخلیق تین امور میں سے کسی ایک سے خالی نہیں:

(۱) ان کو کسی چیز کے بغیر پیدا کیا گیا ہے، یعنی ان کا کوئی خالق نہیں جس نے ان کو تخلیق کیا ہو بلکہ وہ کسی ایجاد اور موجد کے بغیر وجود میں آئے ہیں اور یہ عین محال ہے۔

(۲) انھوں نے خود اپنے آپ کو تخلیق کیا ہے اور یہ بھی محال ہے کیونکہ اس بات کا تصور نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی اپنے آپ کو بذات خود وجود بخشے۔

(۳) جب مذکورہ بالا دونوں امور باطل ہو گئے اور ان کا محال ہونا ثابت ہو گیا تو تیسری بات متعین ہو گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ان کو تخلیق کیا۔ جب یہ بات متعین ہو گئی تو معلوم ہوا کہ اکیلا اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے جس کے سوا کسی اور ہستی کی عبادت مناسب ہے نہ درست۔

﴿ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾ ”یا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟“ یہ ایسا استفہام ہے جو نفی کے اثبات پر دلالت کرتا ہے، یعنی انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا نہیں کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک بن

جائیں، یہ حقیقت بالکل واضح ہے لیکن تکذیب کرنے والے ﴿لَا یُوْقِنُوْنَ﴾ یقین نہ کرنے والے لوگ ہیں۔ یعنی یہ جھٹلانے والے علم کامل سے محروم ہیں جو ان کے لیے دلائل شرعی و عقلی سے استفادے کا موجب ہوتا ہے۔

﴿اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَیْطِرُوْنَ﴾ یعنی کیا ان جھٹلانے والوں کے پاس تیرے رب کی رحمت کے خزانے ہیں کہ جسے چاہیں عطا کریں اور جسے چاہیں محروم کر دیں؟ اس لیے انھوں نے اللہ تعالیٰ کو، اپنے بندے اور رسول، محمد ﷺ کو نبوت سے سرفراز کرنے سے روک دیا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے ان کے سپرد کر دیے گئے ہیں، حالانکہ وہ اس سے حقیر اور ذلیل تر ہیں کہ یہ کام ان کے سپرد کیا جائے۔ ان کے ہاتھ میں تو خود اپنی ذات کے لیے نفع و نقصان، زندگی اور موت اور مرنے کے بعد زندہ ہونا نہیں ہے۔ ﴿اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾ (الزخرف: ۳۲/٤۳) ”کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟ دنیاوی زندگی میں ہم ہی نے ان کے درمیان ان کی روزی کو تقسیم کیا ہے۔“ ﴿اَمْ هُمُ الْمُصَیْطِرُوْنَ﴾ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے اقتدار پر قہر اور غلبہ سے مسلط ہیں؟ مگر معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ تو عاجز اور محتاج ہیں۔

﴿اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ یَّسْتَمِعُوْنَ فِیْهِ﴾ ”کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر آسمان کی باتیں سن آتے ہیں۔“ یعنی کیا انھیں غیب کا علم ہے اور وہ ملأاعلیٰ کی باتیں سنتے ہیں اور ایسے امور کے بارے میں خبریں دیتے ہیں جنھیں ان کے سوا کوئی نہیں جانتا ﴿فَلْیَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ﴾ ”پھر چاہیے کہ ان کا سننے والا لائے۔“ یعنی ملأاعلیٰ کی باتیں سننے کا دعوے دار ﴿بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ﴾ ”کوئی صریح دلیل۔“ اور یہ دلیل اس کے پاس کہاں سے آسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی غیب اور موجود کا علم رکھتا ہے، وہ کسی پر غیب کو ظاہر نہیں کرتا سوائے کسی رسول کے جس پر وہ غیب کو ظاہر کرنے پر راضی ہو، وہ اپنے علم میں سے جو چاہتا ہے اس کے بارے میں اس رسول کو آگاہ کرتا ہے۔ جبکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ رسولوں میں سے سب سے افضل، سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور ان کے امام ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کے وعدے اور وعید وغیرہ کے بارے میں سچی خبریں دینے والے ہیں اور آپ کی تکذیب کرنے والے جہالت، ضلالت، گمراہی اور عناد میں مبتلا ہیں، تب دونوں خبر دینے والوں میں سے کون زیادہ مستحق ہے کہ اس کی خبر قبول کی جائے، خاص طور پر جب کہ رسول اللہ ﷺ نے جن امور کی خبر دی ہے ان پر دلائل و براہین قائم ہیں جو اس بات کے موجب ہیں کہ یہ عین الیقین، حقیقت اور کامل ترین صداقت ہے۔ ان کا اپنے دعوے (انبیاء کے جھوٹے ہونے) پر دلیل قائم کرنا تو کجا، وہ اس میں کوئی شبہ تک نہیں پیدا کر سکتے۔

﴿اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ﴾ ”کیا اس (اللہ) کے لیے بیٹیاں ہیں؟“ جیسا کہ تم سمجھتے ہو ﴿وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ﴾ ”اور تمھارے لیے بیٹے۔“ پس تم قابل احتراز امور کو جمع کر رہے ہو، یعنی تمھارا اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دینا اور ناقص

ترین صنف کو اس کی طرف منسوب کرنا' رب کائنات کی اس تنقیص کے بعد بھی کوئی غایت و انتہا ہے؟ ﴿ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ ﴾ اے رسول! کیا آپ ان سے مانگتے ہیں ﴿ اَجْرًا ﴾ تبلیغ رسالت پر اجر ﴿ فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴾ ''کہ وہ اس کے تاوان سے بوجھل ہو رہے ہیں؟'' مگر معاملہ ایسا نہیں' آپ تو ان کو کسی معاوضے کے بغیر علم سکھانے کے خواہش مند ہیں، آپ تو اپنی رسالت قبول کرنے' آپ کے حکم اور آپ کی دعوت پر لبیک کہنے پر بہت زیادہ مال خرچ کرتے ہیں آپ زکوۃ میں سے تالیف قلب کے لیے مال عطا کرتے ہیں تاکہ ان کے دلوں میں علم و ایمان جاگزیں ہو جائے۔

﴿ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴾ یا غیب میں سے جو کچھ انھیں معلوم ہوتا ہے اسے لکھ لیتے ہیں' انھیں ان امور کی اطلاع ہوتی ہے جن کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو نہیں ہوتی' پس وہ اپنے علم غیب کے ذریعے سے آپ کا مقابلہ کرتے ہیں اور آپ سے عناد رکھتے ہیں؟ حالانکہ یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ ان پڑھ' جاہل اور گمراہ لوگ ہیں اور رسول مصطفیٰ ﷺ ایسی ہستی ہیں جن کے پاس دوسروں کی نسبت سب سے زیادہ علم ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے جتنا آپ کو غیب کے علم سے آگاہ فرمایا اتنا اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں کیا۔ یہ سب ان کے قول کے فاسد ہونے پر عقلی اور نقلی طریقے سے الزامی دلیل ہے' نیز نہایت احسن' نہایت واضح اور اعتراض سے محفوظ طریقے سے اس قول کے بطلان کی تصویر پیش کرتا ہے۔

﴿ اَمْ يُرِيْدُوْنَ ﴾ کیا وہ آپ اور آپ کی لائی ہوئی کتاب میں جرح و قدح کر کے ﴿ كَيْدًا ﴾ کوئی سازش کرنا چاہتے ہیں جس کے ذریعے سے وہ آپ کے دین اور آپ کے کام کو فاسد کرنا چاہتے ہیں؟ ﴿ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴾ ''تو جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہی فریب خوردہ ہیں۔'' یعنی ان کی سازش ان کے سینوں ہی میں رہے گی اور اس کا نقصان انھی کی طرف لوٹے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ وللہ الحمد. کوئی ایسی چال جو کفار کی قدرت و اختیار میں تھی' انھوں نے باقی نہ رکھی جس پر عمل نہ کیا ہو مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں اپنے نبی ﷺ کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا' اپنے دین کو غالب فرمایا' ان کو بے یار و مددگار تنہا چھوڑا اور ان سے انتقام لیا۔ ﴿ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ﴾ یعنی کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی معبود ہے جسے پکارا جائے اس سے کسی نفع کی امید رکھی جائے اور اس کے ضرر سے ڈرا جائے؟ ﴿ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ ''اللہ پاک ہے ان سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔'' اقتدار میں اس کا کوئی شریک ہے نہ وحدانیت اور عبودیت میں۔ یہی وہ مقصد ہے جس کی خاطر یہ کلام لایا گیا اور وہ ہے قطعی دلائل کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ہستی کی عبادت کا بطلان اور اس کے فاسد ہونے کا بیان۔ جس موقف پر مشرکین قائم ہیں وہ باطل ہے۔ وہ ہستی جس کی عبادت کی جانی چاہیے جس کے لیے نماز پڑھنی چاہیے جس کے سامنے سجدہ ریز ہونا چاہیے۔ دعا، یعنی دعائے عبادت اور

دعائے مسئلہ کو اسی کے لیے خالص کرنا چاہیے' وہ اللہ تعالیٰ معبود حقیقی کی ہستی ہے جو اسماء و صفات میں کامل' بے شمار نعوت حسنہ اور افعال جمیلہ کا مالک' صاحب جلال و اکرام' قوت و غلبے کا مالک جس کو مغلوب کرنے کا ارادہ بھی نہیں کیا جا سکتا جو اکیلا' یکتا' متفرد' بے نیاز' بہت بڑا' قابل حمد و ثنا اور مالک مجد و جلال ہے۔

وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى

اور اگر وہ دیکھیں کوئی ٹکڑا آسمان سے گرتا ہوا تو وہ کہیں گے (یہ) بادل ہے تہ بہ تہ ○ پس آپ چھوڑ دیجیے ان کو یہاں تک کہ

يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ

وہ ملیں اپنے اس دن سے کہ جس میں وہ بے ہوش کیے جائیں گے ○ اس دن نہیں فائدہ دے گا انھیں ان کا فریب

شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾

کچھ بھی اور نہ وہ مدد ہی کیے جائیں گے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ ان آیات میں ذکر فرماتا ہے کہ مشرکین جو واضح حق کو جھٹلا رہے ہیں' انھوں نے حق کے مقابلے میں سرکشی اختیار کی اور باطل پر نہایت سختی سے جم گئے ہیں' نیز بیان فرمایا کہ اگر حق کے اثبات کے لیے ہر قسم کی دلیل قائم کر دی جائے تو پھر بھی وہ اس کی اتباع نہیں کریں گے بلکہ اس کی مخالفت کرتے رہیں گے اور اس سے عناد رکھیں گے ﴿ وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا ﴾ یعنی اگر وہ بہت بڑی نشانیوں میں سے آسمان کا ٹکڑا عذاب بن کر گرتا دیکھیں ﴿ يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴾ تو کہیں گے کہ یہ تو عام عادت کے مطابق گہرا بادل ہے' یعنی وہ جن آیات الٰہی کا مشاہدہ کریں گے' ان کی پروا کریں گے نہ ان سے عبرت حاصل کریں گے۔ عذاب اور سخت سزا کے سوا ان لوگوں کا کوئی علاج نہیں۔ اس لیے فرمایا: ﴿ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴾ "پس ان کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ دن جس میں وہ بے ہوش کر دیے جائیں گے، سامنے آجائے۔" اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس میں ان پر عذاب نازل ہوگا جس کی مقدار کا اندازہ کیا جا سکتا ہے نہ اس کا وصف بیان کیا جا سکتا ہے۔ ﴿ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ﴾ "جس دن ان کی چالیں (کم یا زیادہ) کچھ کام نہ آئیں گی۔" اگرچہ دنیا کے اندر انھوں نے سازشیں کیں اور ان کے ذریعے سے قلیل سے زمانے تک زندگی گزاری' قیامت کے دن ان کی سازشوں کا تار و پود بکھر جائے گا' ان کی دوڑ دھوپ رائگاں جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ نہ سکیں گے ﴿ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ "اور نہ ان کی مدد ہی کی جائے گی۔"

وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاصْبِرْ

اور بلاشبہ ان لوگوں کیلئے جنھوں نے ظلم کیا ایک عذاب ہے (دنیا میں) علاوہ اس (عذاب آخرت) کے اور لیکن اکثر انکے نہیں جانتے ○ اور آپ صبر کیجیے

لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾

حکم آنے تک اپنے رب کا' پس بلاشبہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں' اور تسبیح کیجیے ساتھ حمد کے اپنے رب کی جس وقت آپ کھڑے ہوں ○

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾ ع

اور (کچھ حصہ) رات میں بھی' پس تسبیح کیجیے اس کی اور پیچھے (غروب ہونے) ستاروں کے بھی ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ ذکر کرنے کے بعد کہ قیامت کے روز ظالموں کے لیے عذاب ہے' آگاہ فرمایا کہ قیامت کے روز عذاب سے پہلے بھی ان کے لیے عذاب ہے اور یہ عذاب قتل کیے جانے' قیدی بنائے جانے' اپنے گھروں سے نکالے جانے' قبر اور برزخ کے عذاب کو شامل ہے ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔'' یعنی اسی لیے ایسے کاموں پر جمے ہوئے ہیں جو عذاب اور سخت سزا کے موجب ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے اہل تکذیب کے اقوال کے بطلان پر دلائل و براہین بیان کر دیے تو اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ ان مشرکین کی کچھ بھی پروا نہ کریں اور اپنے رب کے حکم قدری و شرعی کا استقامت کے ساتھ التزام کرتے ہوئے اس پر صبر کریں' نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ وعدہ فرمایا کہ وہ آپ کے لیے کافی ہے۔ فرمایا: ﴿ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا ﴾ یعنی آپ ہمارے سامنے' ہماری حفاظت میں ہیں اور آپ کا معاملہ ہمارے زیر عنایت ہے اور آپ کو حکم دیا کہ صبر' ذکر الٰہی اور عبادت سے مدد لیں' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴾ ''اور (اے نبی!) جب آپ کھڑے ہوں' تو اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیجیے۔'' اس آیت کریمہ میں رات کے قیام کا حکم ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ جب آپ نماز پنجگانہ کے لیے کھڑے ہوں' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴾ ''اور (کچھ حصہ) رات میں بھی' پس آپ اس کی تسبیح کیجیے' اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی۔'' یعنی رات کے آخری حصے میں اور اس میں فجر کی نماز بھی داخل ہے۔

تفسیر سورۃ النجم

سُوْرَةُ النَّجْمِ (۵۳) مَكِّيَّةٌ (۲۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۶۲ رُكُوْعَاتُهَا ۳

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿۲﴾ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾

قسم ہے ستارے کی جب وہ گرتا ہے ○ نہیں بہکا تمہارا ساتھی اور نہ وہ بھٹکا ○ اور نہیں بولتا وہ (اپنی) خواہش سے ○

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿۴﴾ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ﴿۶﴾ وَهُوَ

نہیں ہے وہ مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے (انکی طرف) ○ سکھایا اسکو مضبوط قوتوں والے (جبریل) نے ○ جو نہایت طاقتور ہے پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا ○ اور وہ

بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴿۹﴾ فَاَوْحٰى

(آسمان کے) بلند کنارے پر تھا ○ پھر وہ قریب ہوا پس اتر آیا ○ تو ہو گیا وہ بقدر دو کمانوں کے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ○ پھر اس نے وحی پہنچائی

اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ﴿۱۰﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿۱۲﴾

اللہ کے بندے کو جو وحی پہنچائی ○ نہیں جھوٹ بولا دل نے جو کچھ اس نے دیکھا ○ کیا پس تم جھگڑتے ہو اس سے اس پر جو اس نے دیکھا؟ ○

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾

اور البتہ تحقیق اس (رسول) نے دیکھا اس (جبریل) کو ایک بار اور بھی ○ نزدیک سدرۃ المنتہیٰ کے ○ نزدیک ہی ہے اسکے جنت الماویٰ ○

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى

جب ڈھانپ رہا تھا سدرہ کو جو کچھ ڈھانپ رہا تھا ○ نہ بہکی نگاہ اور نہ وہ حد سے بڑھی ○ یقیناً اس (رسول) نے دیکھیں

مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾

بعض نشانیاں اپنے رب کی بڑی (بڑی) ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ستارے کے ٹوٹنے کی، یعنی رات کے آخری حصے میں، جب رات کے جانے اور دن کے آنے کا وقت ہوتا ہے، اس وقت افق میں ستارے کے گرنے کی قسم کھاتا ہے کیونکہ اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں جو اس امر کی موجب ہیں کہ اس کی قسم کھائی جائے۔ اور صحیح یہ ہے کہ ''النجم'' ستارہ اسم جنس ہے جو تمام ستاروں کو شامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ جو وحی الٰہی لے کر آئے ہیں، اس کی صحت پر اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی قسم کھائی ہے کیونکہ وحی الٰہی اور ستاروں کے مابین ایک عجیب مناسبت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ستاروں کو آسمان کی زینت بنایا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے وحی اور اس کے آثار کو زمین کے لیے زینت بنایا، پس اگر انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف سے موروث علم نہ ہوتا تو لوگ (گمراہی کے) تیرہ و تار اندھیروں میں بھٹک رہے ہوتے جو شب تاریک کے اندھیروں سے بھی گہرے ہوتے ہیں۔

جس امر پر قسم کھائی گئی ہے، وہ ہے رسول اللہ ﷺ کا اپنے علم میں ضلالت اور اپنے قصد میں گمراہی سے منزہ اور پاک ہونا اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ اپنے علم میں راست رو، راہ راست کی طرف رہنمائی کرنے والے، حسن قصد رکھنے والے اور مخلوق کی خیر خواہی کرنے والے ہیں۔ اس کے برعکس فساد علم اور سوء قصد کا راستہ وہ ہے جس پر گمراہ لوگ گامزن ہیں۔

اور فرمایا: ﴿صَاحِبُكُمْ﴾ ''تمہارا ساتھی۔'' تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے ساتھی کے ان اوصاف کی طرف اشارہ کرے جن کا وہ آپ کے اندر موجود ہونے کا اعتراف کرتے ہیں، مثلاً: صدق اور ہدایت، نیز یہ کہ آپ کا معاملہ ان پر مخفی نہیں ہے۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾ یعنی آپ کا کلام، خواہش نفس سے صادر نہیں ہوتا۔ ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ یعنی آپ صرف اس چیز کی پیروی کرتے ہیں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے، یعنی ہدایت اور اپنے اور دیگر لوگوں کے بارے میں تقویٰ۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ سنت بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجی ہوئی وحی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (النساء: ۱۱۳/٤) ''اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب

اور حکمت نازل کی۔“ نیز یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ اور اس کی شریعت کے بارے میں خبر دینے میں معصوم ہیں کیونکہ آپ کا کلام کسی خواہش نفس سے صادر نہیں ہوتا یہ تو وحی الٰہی ہے جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے معلم کا ذکر فرمایا اور وہ ہیں جبریل علیہ السلام‘ جو مکرم فرشتوں میں سب سے افضل‘ سب سے قوی اور سب سے کامل ہیں‘ چنانچہ فرمایا: ﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى﴾ یعنی جبریل علیہ السلام جو نہایت طاقتور ظاہری اور باطنی قویٰ کے مالک ہیں‘ اس وحی کو لے کر رسول مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام اس حکم کو نافذ کرنے میں جس کو نافذ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا‘ بہت طاقتور ہیں۔ اس وحی کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچانے، اس کو شیاطین کے اچک لینے سے بچانے اور اس کے اندر ان کی دخل اندازی سے حفاظت کرنے میں یہ قوی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی وحی کی حفاظت ہے کہ اس نے اس وحی کو ایسے پیغامبر فرشتے کے ساتھ بھیجا جو نہایت طاقتور اور امانت دار ہے۔

﴿ذُوْ مِرَّةٍ﴾ یعنی وہ قوت‘ خلق حسن‘ ظاہری اور باطنی جمال کا حامل ہے۔ ﴿فَاسْتَوٰى﴾ ”پھر وہ (اپنی اصلی صورت میں) سیدھے کھڑے ہو گئے۔“ یعنی جبریل علیہ السلام ﴿وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى﴾ ”جبکہ وہ اونچے کنارے پر تھے۔“ یعنی آسمان کے افق پر جو زمین سے بلند تر ہوتا ہے‘ اس کا شمار ان ارواح علویہ میں ہوتا ہے جنھیں شیاطین حاصل کر سکتے ہیں نہ ان تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ ﴿ثُمَّ دَنَا﴾ پھر جبریل علیہ السلام وحی پہنچانے کے لیے نبی اکرم ﷺ کے قریب ہوئے ﴿فَتَدَلّٰى﴾ ”اور اتر آئے“ افق اعلیٰ سے آپ کے قریب۔ ﴿فَكَانَ﴾ ہو گیا جبریل علیہ السلام کا آپ سے قرب ﴿قَابَ قَوْسَيْنِ﴾ دو کمانوں کے فاصلے پر ﴿اَوْ اَدْنٰى﴾ یا دو کمانوں کے فاصلے سے بھی قریب تر۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام پیغام لے کر کامل طور پر رسول اللہ ﷺ سے بالمشافہ ملے نیز اس پر بھی دلیل ہے کہ آپ کے اور جبریل علیہ السلام کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا۔ ﴿فَاَوْحٰۤى﴾ پس اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے توسط سے وحی کی ﴿اِلٰى عَبْدِهٖ﴾ اپنے بندے حضرت محمد ﷺ کی طرف ﴿مَاۤ اَوْحٰى﴾ ”جو وحی کی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف عظیم شریعت اور درست خبریں وحی کیں۔

﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى﴾ ”اس (رسول) نے جو کچھ دیکھا، اس کے دل نے (اس کے متعلق) جھوٹ نہیں بولا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف جو وحی بھیجی اس پر آپ کا قلب مبارک‘ آپ کی رویت‘ آپ کی سماعت اور آپ کی بصارت متفق تھے۔ یہ اس وحی کے کامل ہونے کی دلیل ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بھیجی‘ نیز یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے وحی کو اس طرح حاصل کیا کہ اس میں کوئی شک شبہ نہ تھا۔ آپ کی آنکھ مبارک نے جو کچھ دیکھا‘ آپ کے قلب مقدس نے اس کو نہیں جھٹلایا اور نہ اس میں کوئی شک ہی کیا۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد وہ بڑی بڑی آیات الٰہی ہوں جو اس رات آپ کو دکھائی گئیں جس رات آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا‘ آپ کو

اپنے قلب مبارک اور رؤیت کے ساتھ' اس کے حق ہونے کا یقین تھا' آیت کریمہ کی یہی تفسیر صحیح ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد معراج کی رات رسول اللہ ﷺ کا اپنے رب کا دیدار اور اس کے ساتھ ہم کلام ہونا ہے۔ اسے بہت سے علمائے کرام نے اختیار کیا ہے' پھر وہ اسی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کے لیے دنیا میں دیدار الٰہی کو ثابت کرتے ہیں۔ مگر پہلا قول صحیح ہے کہ اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں جیسا کہ آیات کریمہ کا سیاق دلالت کرتا ہے۔ نیز یہ اس امر کی بھی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو اپنی اصلی شکل میں دو مرتبہ دیکھا۔ ایک مرتبہ آسمان دنیا کے نیچے افق اعلیٰ میں جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے اور دوسری دفعہ ساتویں آسمان کے اوپر جس رات آپ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ یعنی رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دوسری دفعہ اپنی طرف اترتے ہوئے دیکھا ﴿عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى﴾ ''سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔'' سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر بیری کا بہت بڑا درخت ہے اور اسے سدرۃ المنتہیٰ اس لیے کہا جاتا ہے کہ زمین سے جو چیز اوپر کی طرف عروج کرتی ہے' اس کے پاس آ کر رک جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وحی وغیرہ نازل ہوتی ہے یہاں آ کر ٹھہر جاتی ہے۔ یا اس بنا پر اسے سدرۃ المنتہیٰ کہا جاتا ہے کہ یہ مخلوقات کے علم کی انتہائی حد ہے' نیز اس نام سے موسوم کیے جانے کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ آسمانوں اور زمین کے اوپر واقع ہے اور سدرۃ المنتہیٰ اس کی بلندی کی انتہا ہے' اس کے علاوہ بھی کوئی سبب ہو سکتا ہے۔ واللہ أعلم.

چنانچہ اس مقام پر جو پاک' خوبصورت اور بلند مرتبہ ارواح کا مقام ہے' جہاں شیطان اور دیگر ارواح خبیثہ نہیں ٹھہر سکتیں' حضرت محمد ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا۔ ﴿عِنْدَهَا﴾ یعنی اس درخت کے پاس ہی ﴿جَنَّةُ الْمَاْوٰى﴾ ''جنت الماویٰ ہے۔'' یعنی وہ جنت جس میں ہر نعمت جمع ہے۔ یہ ایسا مقام ہے جو منتہائے آرزو ہے جس کی طرف ارادے راغب رہتے ہیں' جہاں چاہتیں جا کر ٹھہرتی ہیں اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جنت بلند ترین مقام ہے اور ساتویں آسمان پر واقع ہے۔ ﴿اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى﴾ ''اس وقت سدرہ پر چھا رہا تھا جو کچھ چھا رہا تھا۔'' یعنی امر الٰہی سے ایک عظیم چیز نے اسے ڈھانپ رکھا تھا جس کا وصف اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ﴾ یعنی نگاہ اپنے مقصود سے ہٹ کر دائیں بائیں نہیں ہوئی۔ ﴿وَمَا طَغٰى﴾ اور نہ نگاہ نے اپنے مقصود سے تجاوز ہی کیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا کمال ادب ہے کہ آپ اس مقام پر کھڑے رہے' جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھڑا کیا' آپ اس مقام سے پیچھے ہٹے نہ اس سے تجاوز کیا اور نہ ادھر ادھر انحراف ہی کیا۔ یہ کامل ترین ادب ہے جس میں آپ اولین و آخرین پر فوقیت لے گئے۔ مندرجہ ذیل امور میں سے کسی ایک پر عمل کرنے سے کمال ادب میں خلل واقع ہوتا ہے:

✵ بندہ ان امور پر قائم نہ رہے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے ✵ اس میں کوتاہی کرے ✵ اس میں افراط سے کام

لے ✲ اس پر قائم رہتے ہوئے دائیں بائیں التفات کرے۔

مذکورہ تمام امور میں سے ایک بھی نبی اکرم ﷺ کے اندر موجود نہ تھا۔

﴿ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ﴾ ’’انھوں نے اپنے رب کی کچھ بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔‘‘ یعنی جنت، جہنم اور دیگر آیات الٰہی جن کا آپ نے معراج کی رات مشاہدہ کیا۔

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ⑲ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ⑳ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی ㉑

خبر دو تم مجھے لات اور عزیٰ کی ○ اور منات تیسرے کی جو گھٹیا ہے ○ کیا تمہارے لیے لڑکے ہیں اور اس (اللہ) کیلئے لڑکیاں؟ ○

تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی ㉒ اِنْ هِیَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ

یہ تو اس وقت تقسیم ہے ظالمانہ ○ نہیں ہیں یہ (بت کچھ بھی) مگر چند نام ہی کہ نام رکھے ہیں وہ تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں

اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَی الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ

نازل کی اللہ نے انکی کوئی دلیل نہیں پیروی کرتے وہ (لوگ) مگر گمان کی اور اس چیز کی جو چاہتے ہیں (انکے) نفس (دل)، حالانکہ یقیناً

جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰی ؕ ㉓ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی ㉔ ۖ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰی ㉕ ع ۵

آچکی ہے انکے پاس انکے رب کی طرف سے ہدایت ○ کیا (میسر) ہے انسان کیلئے جو وہ تمنا کرے؟ ○ پس اللہ ہی کیلئے ہے پچھلا جہان اور پہلا جہان ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس ہدایت اور دین حق جس کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تھے، نیز عبادت الٰہی اور توحید الٰہی کا ذکر کرنے کے بعد اس مسلک کے بطلان کا ذکر فرمایا جس پر مشرکین گامزن تھے، یعنی ایسی ہستیوں کی عبادت جو اوصاف کمال سے محروم ہیں جو کوئی نفع دے سکتی ہیں نہ نقصان۔ یہ معانی سے خالی محض نام ہیں جن کو مشرکین اور ان کے جاہل اور گمراہ آباؤاجداد نے گھڑ لیا ہے، انھوں نے ان کے لیے اسمائے باطلہ ایجاد کیے جن کی وہ مستحق نہ تھیں، پس انھوں نے خود اپنے آپ کو اور دیگر گمراہ لوگوں کو فریب میں مبتلا کیا۔

جن معبودوں کا یہ حال ہو، وہ عبادت کا ذرہ بھر استحقاق نہیں رکھتے۔ یہ خود ساختہ ہمسر جن کو انھوں نے ان ناموں سے موسوم کیا ہے اور اس زعم باطل میں مبتلا ہیں کہ یہ نام ان اوصاف سے مشتق ہیں جن سے یہ متصف ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الحاد اور شرک کی جسارت کرتے ہوئے لات کو الٰہ سے مشتق کر کے موسوم کیا جو عبادت کا مستحق ہے، عزیز سے عزّٰی اور منان سے منات کو مشتق کیا۔ یہ تمام نام معانی سے خالی ہیں، چنانچہ ہر وہ شخص جو ادنیٰ سی عقل سے بہرہ مند ہے وہ ان نام نہاد معبودوں کے اندر ان اوصاف کے بطلان کا علم رکھتا ہے۔

﴿ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی ﴾ یعنی کیا تم اللہ تعالیٰ کے لیے بزعم خود بیٹیاں قرار دیتے ہو اور اپنے لیے بیٹے؟

﴿ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی ﴾ تب تو یہ بہت ہی ظالمانہ تقسیم ہے۔ اس تقسیم سے بڑھ کر کون سا ظلم ہو سکتا ہے جو خالق پر بندۂ مخلوق کی فضیلت کو مقتضی ہو، اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے بہت بلند ہے۔

﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾ ”یہ تو صرف چند نام ہی ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے گھڑ لیے ہیں، اللہ نے تو ان کی کوئی سند نہیں اتاری۔“ یعنی تمھارے مذہب کے صحیح ہونے پر تمھارے پاس کوئی دلیل و برہان نہیں۔ ہر وہ امر جس پر اللہ تعالیٰ نے دلیل نازل نہ کی ہو، باطل اور فاسد ہوتا ہے، اسے دین نہیں بنایا جا سکتا۔ درحقیقت وہ کسی دلیل و برہان کی پیروی نہیں کرتے کہ انھیں اپنے مذہب کے صحیح ہونے کا یقین ہو۔ محض گمان فاسد، جہالت، خواہشات نفس پر مبنی مشرکانہ عقائد اور خواہشات نفس کے موافق بدعات ان کے نظریات کی دلیل ہیں، حالانکہ علم و ہدایت کے فقدان کی وجہ سے، وہم و گمان کے سوا کوئی ایسا موجب نہیں جو اس کا تقاضا کرتا ہو۔ اس لیے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى﴾ ”اور البتہ یقیناً ان کے رب کی طرف سے، ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔“ جو توحید و نبوت اور ان تمام امور میں ان کی رہنمائی کرتی ہے، بندے جن کے محتاج ہیں، پس ان تمام امور کو اللہ تعالیٰ نے کامل ترین، واضح ترین اور مضبوط ترین دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس پر دلائل و براہین قائم کیے ہیں جو ان کے لیے اور دیگر لوگوں کے لیے اتباع کے موجب ہیں۔ اس بیان و برہان کے بعد کسی کے لیے کوئی حجت اور عذر باقی نہیں رہا۔

جب ان کے مذہب کی غرض و غایت محض ظن و گمان کی پیروی، اس کی انتہا شقاوت ابدی اور عذاب سرمدی ہے، تو (ان کا) اس حال پر باقی رہنا سب سے بڑی سفاہت اور سب سے بڑا ظلم ہے۔ بایں ہمہ وہ اپنی آرزوؤں میں گم اور خود فریبی میں مبتلا ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی بات کا انکار کیا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اس کی آرزوئیں پوری ہوں گی، حالانکہ وہ اس بارے میں جھوٹا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ○ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى﴾ ”کیا انسان جس چیز کی آرزو کرتا ہے، وہ اسے ضرور ملتی ہے؟ چنانچہ آخرت اور دنیا تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔“ پس وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے، لہٰذا امر الٰہی ان کی آرزوؤں کے تابع ہے نہ ان کی خواہشات کے موافق۔

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

اور کتنے فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ نہیں فائدہ دے گی ان کی سفارش کچھ بھی مگر بعد اس کے

اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾

کہ اجازت دے گا اللہ جس کے لیے وہ چاہے گا اور پسند کرے گا ○

جو لوگ فرشتوں اور دیگر ہستیوں کی عبادت کرتے ہیں اور اس زعم میں مبتلا ہیں کہ یہ ہستیاں قیامت کے روز ان کی شفاعت کریں گی، اللہ تعالیٰ ان پر نکیر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ یعنی آسمانوں میں کتنے ہی اللہ تعالیٰ کے مقرب اور مکرم فرشتے ہیں ﴿لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا﴾ ”جن کی شفاعت

کچھ کام نہ آئے گی۔'' یعنی جو کوئی اس شفاعت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس سے امید وابستہ کرتا ہے یہ شفاعت اس کے کسی کام نہیں آئے گی۔ ﴿ إِلَّا مِنۢ بَعۡدِ أَن يَأۡذَنَ ٱللَّهُ لِمَن يَشَآءُ وَيَرۡضَىٰٓ ﴾ ''مگر بعد ازاں کہ اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور پسند کرے۔'' شفاعت کے لیے دو شرائط کا مجتمع ہونا ضروری ہے:

(۱) شفاعت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی اجازت کا ہونا۔

(۲) جس کی شفاعت کی جا رہی ہو اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا ہونا۔

یہ امر متحقق ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول کرتا ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور صاحب شریعت (علیہ الصلاۃ والسلام) کے طریقے کے موافق ہو۔ چنانچہ مشرکین شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے بہرہ مند نہیں ہو سکیں گے کیونکہ انھوں نے خود ہی اپنے اوپر، سب سے رحیم ہستی کی رحمت کے دروازے بند کر لیے ہیں۔

إِنَّ ٱلَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡأٓخِرَةِ لَيُسَمُّونَ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةَ تَسۡمِيَةَ ٱلۡأُنثَىٰ ﴿٢٧﴾ وَمَا لَهُم

بلاشبہ وہ لوگ جو نہیں ایمان لاتے آخرت پر، البتہ وہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے نام زنانے ○ حالانکہ نہیں ہے ان کو

بِهِۦ مِنۡ عِلۡمٍۖ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّۖ وَإِنَّ ٱلظَّنَّ لَا يُغۡنِي مِنَ ٱلۡحَقِّ شَيۡـٔٗا ﴿٢٨﴾

اس کا کوئی علم، نہیں پیروی کرتے وہ مگر گمان کی، اور بلاشبہ گمان نہیں فائدہ دیتا حق کے مقابلے میں کچھ بھی ○

فَأَعۡرِضۡ عَن مَّن تَوَلَّىٰ عَن ذِكۡرِنَا وَلَمۡ يُرِدۡ إِلَّا ٱلۡحَيَوٰةَ ٱلدُّنۡيَا ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ

پس آپ اعراض کریں اس سے جو روگردانی کرے ہمارے ذکر سے، اور نہیں ارادہ کیا اس نے مگر صرف حیات دنیا کا ○ یہی

مَبۡلَغُهُم مِّنَ ٱلۡعِلۡمِۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِۦ

انتہا ہے ان کی علم (کے لحاظ) سے بلاشبہ آپ کا رب، وہی خوب جانتا ہے اس شخص کو جو گمراہ ہوا اس کے راستے سے

وَهُوَ أَعۡلَمُ بِمَنِ ٱهۡتَدَىٰ ﴿٣٠﴾

اور وہی خوب جانتا ہے اس شخص کو جس نے ہدایت پائی ○

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے، انبیاء و مرسلین کو جھٹلانے والے جو اللہ تعالیٰ پر عدم ایمان کے سبب سے آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ایسے اقوال و افعال کی جسارت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی دشمنی پر مبنی ہیں، مثلاً: وہ کہتے ہیں: فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، پس انھوں نے اللہ تعالیٰ کو ولادت سے منزہ قرار دیا نہ انھوں نے فرشتوں کا اکرام کیا اور نہ انھوں نے ان کو مؤنث سے بالاتر سمجھا، حالانکہ انھیں اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم حاصل ہے نہ اس کے رسول کی طرف سے اور نہ عقل اور فطرت ہی اس پر دلالت کرتی ہیں۔ بلکہ علم تو ان کے قول کے تناقض پر دلالت کرتا ہے، نیز اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد اور بیوی سے منزہ ہے کیونکہ وہ اکیلا اور یکتا، متفرد اور بے نیاز ہے۔ اس نے کسی کو جنم دیا ہے نہ وہ جنم دیا گیا ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہی ہے۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کے مقرب اور مکرم بندے ہیں جو اس کی خدمت پر قائم ہیں ﴿لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ (التحریم: ٦٦/٦) ”اللہ ان کو جو حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کچھ کرتے ہیں جس کا انھیں حکم دیا جاتا ہے۔“ مشرکین اس بارے میں بدترین قول کی پیروی کر رہے ہیں اور وہ ہے محض ظن و گمان جو حق کے مقابلے میں کوئی فائدہ نہیں دیتا کیونکہ حق کے لیے ایسے یقین کا وجود ضروری ہے جو نہایت روشن دلائل و براہین سے مستفاد ہو۔ چونکہ ان مشرکین کی عادت یہ ہے کہ انھیں اتباعِ حق سے کوئی غرض نہیں، ان کی غرض و غایت اور ان کا مقصد تو خواہشات نفس کی پیروی کرنا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اس شخص سے منہ موڑ لیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر، جو کہ حکمت سے لبریز ہے، اور قرآن عظیم سے اعراض کرتا ہے، پس اس نے گویا علوم نافعہ سے منہ موڑا۔ وہ دنیا کی زندگی کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔ پس یہ اس کے ارادے کی انتہا ہے۔ یہ چیز معلوم اور متحقق ہے کہ بندہ صرف اسی چیز کے لیے عمل کرتا ہے جس کا وہ ارادہ کرتا ہے۔ پس ان لوگوں کی کوشش اور دوڑ دھوپ دنیا اور اس کی لذات و شہوات تک محدود ہے۔ یہ لذات و شہوات جیسے بھی حاصل ہوتی ہیں یہ انھیں حاصل کرتے ہیں اور جس راستے سے بھی ان کا حصول آسان ہو یہ اس کی طرف لپکتے ہیں۔

﴿ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ﴾ ان کے علم کی یہی غایت اور انتہا ہے۔ رہے آخرت پر ایمان رکھنے اور اس کی تصدیق کرنے والے عقل مند اور خرد مند لوگ تو ان کی ہمت اور ارادہ آخرت پر مرتکز رہتا ہے۔ ان کے علوم سب سے افضل اور سب سے جلیل القدر علوم ہیں، یہ علوم کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ سے ماخوذ ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کون ہدایت کا مستحق ہے، پس وہ اسے ہدایت سے نواز دیتا ہے اور کون ہدایت کا مستحق نہیں ہے، اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے اور اس سے الگ ہو جاتا ہے، پس وہ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتا ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى﴾ ”بے شک آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کے راستے سے بھٹک گیا اور وہی اس شخص سے بھی خوب واقف ہے جو رستے پر چلا۔“ چنانچہ وہ اپنے فضل و کرم کو اس محل و مقام پر رکھتا ہے جو اس کے لائق ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا

اور اللہ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، تاکہ وہ سزا دے ان لوگوں کو جنہوں نے برائیاں کیں بہ سبب اسکے جو انہوں نے عمل کیے

وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ ﴿٣١﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ

اور جزا دے ان لوگوں کو جنہوں نے اچھائیاں کیں بدلے اچھائی کے ○ وہ لوگ جو بچتے ہیں کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے

اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

سوائے صغیرہ گناہوں کے، بلاشبہ آپکا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے، وہ خوب جانتا ہے تمہیں جب اس نے پیدا کیا تمہیں زمین (مٹی) سے

وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ ۖ فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ ۖ

سے' اور جب تم بچے تھے پیٹوں میں اپنی ماؤں کے، سو نہ پاکیزگی بیان کرو تم اپنے آپ کی

هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ ﴿٣٢﴾ ع

ربع

وہ خوب جانتا ہے اس کو جس نے پرہیزگاری اختیار کی ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ اقتدار کا مالک ہے' دنیا وآخرت اسی اکیلے کی ملکیت ہے' دنیا وآخرت میں جو کچھ ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے' وہ ان میں اس طرح تصرف کرتا ہے جیسے عظیم بادشاہ اپنے غلاموں میں تصرف کرتا ہے' وہ ان پر اپنی قضا وقدر نافذ کرتا ہے' ان پر شرعی احکام جاری کرتا ہے' انھیں حکم دیتا ہے' انھیں منع کرتا ہے' اپنے اوامر ونواہی پر انھیں جزا وسزا دیتا ہے۔ پس اطاعت گزار کو ثواب عطا کرتا ہے اور نافرمان کو عذاب دیتا ہے۔

﴿ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا ﴾ تاکہ وہ ان لوگوں کو جنھوں نے کفر اور اس سے کم تر گناہوں اور اعمال شر کا ارتکاب کیا، انھیں جزا کے طور پر بدترین سزا دے۔ ﴿ وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا ﴾ اور ان کو جزا سے سرفراز فرمائے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں احسان سے کام لیا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو مختلف فوائد پہنچا کر اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ ﴿ بِالْحُسْنَى ﴾ اچھائی کے ساتھ' یعنی ان کو دنیا وآخرت میں اچھی جزا سے سرفراز فرمائے۔ سب سے بڑی اور سب سے جلیل القدر جزا ان کے رب کی رضا' جنت اور اس کی نعمتوں سے فوز یابی ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان محسنین کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ ﴾ ''جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں۔'' یعنی وہ ان واجبات پر عمل کرتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے جن کا ترک کرنا کبائر میں شمار ہوتا ہے اور وہ بڑے بڑے محرمات کو ترک کرتے ہیں، مثلاً: زنا' شراب نوشی' سود خوری' قتل ناحق اور دیگر بڑے بڑے گناہ۔ ﴿ إِلَّا اللَّمَمَ ﴾ ''الا یہ کہ کوئی صغیرہ گناہ (سرزد) ہو۔'' اس سے مراد ایسے چھوٹے چھوٹے گناہ ہیں جن پر بندہ مصر نہیں ہوتا یا بار بار ان گناہوں کا ارتکاب نہیں کرتا' ان صغیرہ گناہوں کا مجرد ارتکاب بندے کو محسنین کے زمرے سے نہیں نکالتا۔ یہ چھوٹے چھوٹے گناہ' واجبات پر عمل کرنے اور محرمات کو چھوڑنے سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے تحت داخل ہو جاتے ہیں جو ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ﴾ ''بے شک آپ کا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے۔'' پس اگر اللہ تعالیٰ کی مغفرت نہ ہوتی تو تمام شہر اور بندے تباہ ہو جاتے' اگر اس کا عفو وحلم نہ ہوتا تو آسمان زمین پر آ گرتا اور روئے زمین پر کسی جان دار کو نہ چھوڑتا۔ بنا بریں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''پانچوں نمازیں' جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک' ان کے درمیان ہونے والے تمام (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہیں' اگر

کبائر سے اجتناب کیا جائے۔"①

﴿هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ﴾ "وہ تمھیں (اس وقت سے) بخوبی جانتا ہے جب اس نے تمھیں زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔" یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے احوال اور تمھاری جبلتوں کو جو اس نے پیدا کی ہیں، خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو حکم دیا ہے ان میں سے بہت سے احکام کی تعمیل میں تمھاری کمزوری اور سستی کو، محرمات کے ارتکاب پر آمادہ کرنے والے دواعی کی کثرت کو، ان محرمات کی طرف راغب کرنے والے جذبات کو اور محرمات کے ارتکاب کی راہ میں حائل ہونے والے موانع کے عدم وجود کو زیادہ جانتا ہے۔

تمھارے اندر کمزوری موجود ہے جس کا مشاہدہ اس وقت ہوا جب اللہ تعالیٰ نے تمھیں زمین سے نکالا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں تھے اور یہ کمزوری تمھارے اندر ہمیشہ موجود رہی۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایک چیز کا حکم دیا اگرچہ اس کی تعمیل کے لیے اس نے تمھارے اندر قوت رکھی مگر پھر بھی کمزوری تمھارے اندر موجود رہی۔

پس اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ تمھارے ان احوال کا علم رکھتا ہے، حکمت الٰہی اور جود ربانی کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اپنی رحمت و مغفرت، اپنے عفو و درگزر اور اپنے احسان سے ڈھانپ لے اور تم سے تمام جرائم اور گناہوں کو دور کر دے۔ خاص طور پر جب کہ ہر وقت بندے کا مقصد اپنے رب کی رضا کا حصول ہو، ہر آن ایسے اعمال کی کوشش کرنا ہو جو اس کے قریب کرتے ہیں اور ایسے گناہوں سے فرار ہونا ہو جو اس کے آقا کی ناراضی کا باعث بنتے ہیں، پھر اس سے لغزش صادر ہو جائے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا کریم اور سب سے بڑا جواد ہے وہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحیم ہے جتنی ماں اپنے بچے پر ہوتی ہے۔

پس اس قسم کے شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے رب کی مغفرت کے قریب رہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام احوال میں اس کی دعائیں قبول کرے۔ بنابریں فرمایا: ﴿فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ "لہٰذا تم اپنے آپ کی پاکیزگی بیان نہ کرو۔" یعنی مدح کے حصول کی خواہش کی بنا پر لوگوں کو اپنے نفس کی طہارت کی خبر نہ دیتے پھرو ﴿هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾ "وہ اسے (بھی) خوب جانتا ہے جس نے تقویٰ اختیار کیا۔" تقوے کا مقام دل ہے، اللہ تعالیٰ اس سے مطلع ہے۔ دل کے اندر جو نیکی، بدی یا تقویٰ موجود ہے، اللہ تعالیٰ اس کی جزا دے گا۔ رہے لوگ تو وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمھارے کسی کام نہیں آ سکتے۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ۳۳ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ۳۴ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ۳۵

بھلا آپ نے دیکھا اسے جس نے روگردانی کی؟ ○ اور اس نے دیا قلیل (مال) اور (پھر دینا) بند کر دیا ○ کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ (سب کچھ) دیکھ رہا ہے؟ ○

---

① صحيح مسلم، الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة ......، حديث: ۲۳۳

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۙ (۳۶) وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى ۙ (۳۷) اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ

کیا نہیں خبر دیا گیا وہ اس چیز کی جو ہے صحیفوں میں موسیٰ کے ○ اور ابراہیم کے وہ جس نے پورا کیا (عہد اپنا) ؟○ یہ کہ نہیں بوجھ اٹھائے گی کوئی (جان) بوجھ اٹھانے والی بوجھ

اُخْرٰى ۙ (۳۸) وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۙ (۳۹) وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۠ (۴۰) ثُمَّ

کسی دوسری (جان) کا ○ اور یہ کہ نہیں ہے کسی انسان کیلئے مگر وہی جو اس نے کوشش کی ○ اور بلاشبہ کوشش اسکی عنقریب دیکھی جائیگی ○ پھر

يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۙ (۴۱) وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۙ (۴۲) وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ

بدلہ دیا جائے گا اس کو بدلہ پورا (پورا) ○ اور بے شک آپ کے رب ہی کی طرف انتہا (پہنچنا) ہے ○ اور بلاشبہ وہی ہنساتا

وَاَبْكٰى ۙ (۴۳) وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ۙ (۴۴) وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۙ (۴۵)

اور وہی رلاتا ہے ○ اور بے شک وہی مارتا اور وہی زندہ کرتا ہے ○ اور بلاشبہ اسی نے پیدا کیا جوڑا (یعنی) نر اور مادہ ○

مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۠ (۴۶) وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ۙ (۴۷) وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ۙ (۴۸)

نطفے سے جب وہ ڈالا جاتا ہے (رحم میں) ○ اور بلاشبہ اسی کے ذمہ ہے پیدائش دوسری بار بھی ○ اور بیشک وہی غنی (بے نیاز) کرتا اور سرمایہ دار بناتا ہے ○

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ۙ (۴۹) وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ِۨ الْاُوْلٰى ۙ (۵۰) وَثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى ۙ (۵۱)

اور یقیناً وہی ہے رب شعریٰ (ستارے) کا ○ اور بلاشبہ اسی نے ہلاک کیا عاد اولیٰ کو ○ اور ثمود کو پس نہ باقی چھوڑا (کسی کو) ○

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ؕ (۵۲) وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ۙ (۵۳)

اور قوم نوح کو بھی پہلے (ان سے) بلاشبہ وہ تھے بہت زیادہ ظالم اور بڑے سرکش ○ اور الٹ جانے والی بستی کو اس نے زمین پر دے مارا ○

فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ۚ (۵۴) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى (۵۵) هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ

پھر ڈھانپ لیا اسکو اس (تباہی و بربادی) نے جس نے ڈھانپا ○ پس کون سی نعمتوں میں اپنے رب کی (اے انسان!) تو شک کریگا؟○ یہ (رسول) تو ڈرانیوالا ہے

الْاُوْلٰى (۵۶) اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۚ (۵۷) لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ؕ (۵۸)

پہلے ڈرانے والوں میں سے ○ قریب آ گئی قریب آنے والی (قیامت) ○ نہیں ہے اس قیامت (کی ہولناکیوں) کو سوائے اللہ کے کوئی بھی ٹالنے والا ○

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۙ (۵۹) وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۙ (۶۰)

کیا پس اس بات (قرآن) سے تم تعجب کرتے ہو؟ ○ اور تم ہنستے ہو اور نہیں روتے ○

وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ (۶۱) فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۩ (۶۲) السجدة

اور تم کھیل کود میں مست ہو ○ پس (باز آ جاؤ اور) سجدہ کرو اللہ کو اور عبادت کرو (اسی کی) ○

ع ۳ ، السجدۃ ۱۲

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَفَرَءَيْتَ ﴾ کیا آپ نے اس شخص کا حال دیکھا ہے جسے اپنے رب کی عبادت اور توحید کا حکم دیا گیا تھا مگر اس نے اس سے منہ موڑا اور اعراض کیا۔ اگر اس کا نفس قلیل سے عمل پر آمادہ ہوا بھی تو اس پر قائم نہ رہا بلکہ اس نے بخل سے کام لیا اور اپنے ہاتھ کو روک لیا کیونکہ احسان اس کی عادت اور فطرت نہیں، اس

کی فطرت تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی اور نیکی پر عدم ثبات ہے۔ بایں ہمہ وہ اپنے نفس کو پاک گردانتا ہے اور اسے وہ منزلت عطا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں کی۔

﴿ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴾ کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے غیب کو اور اس کے بارے میں خبر دیتا ہے؟ یا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑتا ہے یا وہ دونوں باتوں کو جمع کرنے کی جسارت کرتا ہے یعنی برائی اور طہارت نفس کے دعوے کو اور فی الواقع ایسا ہی ہے کیونکہ اسے علم ہے کہ اس کے پاس غیب کا کچھ بھی علم نہیں اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اسے غیب دانی کا دعویٰ ہے تو علم غیب کے متعلق قطعی اور یقینی خبریں جو نبی معصوم کی طرف سے دی گئی ہیں اس کے قول کے تناقض پر دلالت کرتی ہیں اور یہ اس کے قول کے بطلان کی دلیل ہے۔

﴿ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ ﴾ کیا اس مدعی کو وہ خبریں نہیں پہنچیں ﴿ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ○ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ﴾ ”جو موسیٰ اور وفادار ابراہیم (علیہما السلام) کے صحیفوں میں ہیں؟“ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام ان تمام آزمائشوں میں پورے اترے جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو آزمایا اور جن احکام شریعت اور دین کے جن اصول و فروع کا آپ کو حکم دیا، آپ نے اس کی تعمیل کی۔

ان صحیفوں میں بہت سے احکام درج تھے جن میں سے سب سے اہم وہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے: ﴿ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ○ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴾ یعنی ہر عمل کرنے والے کا اچھا برا عمل اسی کے لیے ہے۔ کسی دوسرے کے عمل اور کوشش میں سے اس کے لیے کچھ بھی نہیں اور نہ کوئی کسی اور کے گناہ کا بوجھ اٹھائے گا۔ ﴿ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴾ یعنی آخرت میں اسے اس کی کوشش دکھائی جائے گی اور وہ اپنی نیکی اور برائی میں تمیز کر سکے گا۔ ﴿ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴾ ”پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔“ یعنی تمام اعمال کی کامل جزا۔ خالص نیک عمل کے لیے اچھی جزا ہوگی، خالص برے عمل کے لیے بری جزا ہوگی اور ملے جلے اعمال کی جزا ان کے مطابق ہوگی۔ یہ ایسی جزا ہوگی کہ تمام مخلوق اس کے عدل و احسان کا اقرار اور اس پر اس کی حمد و ثنا بیان کرے گی حتیٰ کہ جہنمی جہنم میں داخل ہو رہے ہوں گے مگر ان کے دل اپنے رب کی حمد و ثنا، اس کی کامل حکمت کے اقرار اور اپنے آپ پر سخت ناراضی سے لبریز ہوں گے، نیز وہ اس بات پر ناراض ہوں گے کہ انھوں نے اپنے آپ کو بدترین جگہ پر وارد کیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴾ سے استدلال کیا گیا ہے کہ کسی شخص کا زندوں اور مردوں کے لیے ہدیہ کرنا، ان کے لیے کوئی مفید نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴾ ”اور انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے سعی کی۔“ چنانچہ کسی شخص کی سعی اور اس کے عمل کا کسی اور کو پہنچنا اس آیت کے منافی ہے۔ مگر یہ استدلال محل نظر ہے کیونکہ آیت کریمہ تو صرف یہ دلالت

کرتی ہے کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کے لیے اس نے خود کوشش کی اور یہ حق ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں مگر اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس بات پر بھی دلالت کرتی ہو کہ وہ غیر کی سعی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا جب کہ غیر نے اپنی سعی اور عمل کو اسے ہدیہ کے طور پر پیش کیا ہو۔ جیسے انسان صرف اسی مال کا مالک ہے جو اس کی ملکیت اور اس کے قبضہ میں ہو مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی ایسی چیز کا مالک نہیں ہو سکتا جو غیر نے اپنے مال میں سے جس کا وہ مالک ہے، اسے ہبہ کی ہو۔

﴿وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى﴾ یعنی تمام معاملات کو تیرے رب کے پاس ہی پہنچنا ہے۔ تمام اشیاء اور تمام مخلوقات، دوبارہ زندہ ہو کر اسی کی طرف لوٹیں گی۔ ہر حال میں منتہیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ علم کی انتہا اللہ تعالیٰ پر ہے، حکم، رحمت اور تمام کمالات کی انتہا اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى﴾ یعنی وہی ہے جو ہنسنے اور رونے کے اسباب وجود میں لاتا ہے، یہ اسباب خیر، شر، فرحت، مسرت اور حزن و غم پر مشتمل ہیں اور ہنسانے اور رلانے کے اندر اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ پوشیدہ ہے۔

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا﴾ یعنی وہ وجود میں لانے اور معدوم کرنے میں متفرد اور یکتا ہے جس نے مخلوق کو وجود بخشا، ان کو اوامر و نواہی عطا کیے، وہی ان کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا اور دنیا کے اندر انھوں نے جو عمل کیے ہوں گے وہ انھیں ان اعمال کی جزا دے گا۔

﴿وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ﴾ ''اور بلاشبہ اسی نے جوڑے بنائے۔'' پھر ان جوڑوں کی تفسیر بیان فرمائی ﴿الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾ ''نر اور مادہ۔'' یہ اسم جنس ہے جو تمام حیوانات، ناطق اور غیر ناطق جانوروں سب کو شامل ہے، وہ ان کو پیدا کرنے میں منفرد ہے۔ ﴿مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى﴾ ''نطفے سے جبکہ وہ (رحم میں) ڈالا جاتا ہے۔'' یہ اس کی قدرت کاملہ اور اس کے عظیم غلبہ میں متفرد ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اس نے تمام چھوٹے بڑے حیوانات کو حقیر پانی کے نہایت کمزور قطرے سے وجود بخشا، پھر ان کو نشو و نما دے کر مکمل کیا حتی کہ وہ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ ان حیوانات میں سے آدمی یا تو بلند ترین مقام پر اعلیٰ علیین میں پہنچ جاتا ہے یا وہ ادنیٰ ترین احوال، پست ترین مقامات کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ابتدائے وجود کے ذریعے سے اعادۂ وجود پر استدلال کیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى﴾ ''اور بلاشبہ اسی کے ذمے دوبارہ پیدا کرنا ہے۔'' پس اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کی قبروں میں سے دوبارہ زندہ کرے گا، ان کو یوم موعود میں اکٹھا کرے گا اور ان کو ان کی نیکیوں اور برائیوں کی جزا دے گا۔

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى﴾ ''اور بے شک وہی غنی کرتا ہے اور وہی دولت دیتا ہے۔'' وہ بندوں کو ان کے معاشی معاملات، یعنی تجارت اور صنعت و حرفت کے مختلف پیشوں میں آسانی پیدا کر کے مال دار بناتا ہے۔

﴿ وَاَقْنٰى ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کو مال کی تمام انواع عطا کرتا ہے جس سے وہ مال دار بن کر بہت سے اموال کے مالک بن جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس نے بندوں کو آگاہ فرمایا کہ تمام نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں اور یہ چیز بندوں پر واجب ٹھہراتی ہے کہ وہ اس کا شکر ادا کریں اور اسی اکیلے کی عبادت کریں جس کا کوئی شریک نہیں۔

﴿ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴾ ''اور یقیناً وہی شعریٰ (ستارے) کا رب ہے۔'' اور وہ مشہور ستارہ ''شعریٰ عبور'' ہے جو ''مرزم'' کے نام سے موسوم ہے۔ اگرچہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر چیز کا رب ہے تاہم شعریٰ کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا ہے کیونکہ جاہلیت کے زمانہ میں اس کی عبادت کی جاتی تھی۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہ اشیاء جن کی مشرکین عبادت کرتے ہیں مربوب، مدبَّر اور مخلوق ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کو کیسے معبود قرار دیا جاسکتا ہے۔

﴿ وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ﴾ ''اور بلاشبہ اسی نے عادِ اولیٰ کو ہلاک کیا۔'' اس سے مراد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم ہے، جب انھوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں سخت تیز اور سرکش طوفان کے ذریعے سے ہلاک کر ڈالا۔ ﴿ وَثَمُوْدَا ﴾ ''اور ثمود کو (ہلاک کیا۔)'' یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو ثمود کی طرف مبعوث کیا مگر انھوں نے آپ کو جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ نے معجزے کے طور پر ان کی طرف اونٹنی بھیجی مگر انھوں نے اس کو ہلاک کر ڈالا اور حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا، پس (اس کی پاداش میں) اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ ﴿ فَمَاۤ اَبْقٰى ﴾ اور ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ رکھا بلکہ ان کے آخری آدمی تک کو ہلاک کر دیا۔

﴿ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴾ ''اور ان سے پہلے قوم نوح کو بھی، کچھ شک نہیں کہ وہ لوگ نہایت ظالم اور بڑے ہی سرکش تھے۔'' حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ان قوموں سے زیادہ ظالم اور سرکش تھی پس اللہ تعالیٰ نے ان کو غرق کر کے ہلاک کر ڈالا۔ ﴿ وَالْمُؤْتَفِكَةَ ﴾ ''اور الٹی ہوئی بستی کو (بھی۔)'' اس سے مراد اس میں آباد حضرت لوط علیہ السلام کی قوم ہے۔ ﴿ اَهْوٰى ﴾ ''اس نے دے پٹکا۔'' یعنی ان پر اللہ تعالیٰ نے ایسا عذاب بھیجا جو دنیا میں کسی پر نہیں بھیجا، اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں کو تلپٹ کر دیا اور ان پر کھنگر کے پتھروں کی بارش برسائی۔ بنابریں فرمایا: ﴿ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴾ ان پر انتہائی دردناک اور بدترین عذاب چھا گیا، یعنی عذاب ایک بڑی چیز تھی جس کا وصف بیان کرنا ممکن نہیں۔

﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴾ ''پھر اے انسان! تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرے گا؟'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بالکل ظاہر ہیں جو کسی بھی لحاظ سے شک کے قابل نہیں۔ پس بندوں کو جو بھی نعمت عطا ہوئی وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا کردہ ہے اور اس کے سوا کوئی مصائب کو دور نہیں کر سکتا۔

﴿ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴾ ''یہ (رسول) تو پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے۔'' یعنی یہ قریشی، ہاشمی رسول محمد بن عبداللہ (ﷺ) کوئی انوکھے رسول نہیں ہیں بلکہ آپ سے پہلے بھی رسول گزرے

ہیں جنھوں نے اسی چیز کی طرف دعوت دی تھی جس کی طرف آپ نے دعوت دی ہے، تب آپ کی رسالت کا کس وجہ سے انکار کیا جا سکتا ہے اور کون سی دلیل ہے جس کی بنیاد پر آپ کی رسالت کو باطل ٹھہرایا جا سکتا ہے؟ کیا آپ کے اخلاق تمام انبیاء و مرسلین کرام کے اخلاق سے اعلیٰ و ارفع نہیں ہیں؟ کیا آپ ہر بھلائی کی طرف دعوت نہیں دیتے اور ہر برائی سے نہیں روکتے؟ کیا آپ قرآن کریم لے کر تشریف نہیں لائے جس کے آگے سے باطل آ سکتا ہے نہ پیچھے سے، جو حکمت والی قابل حمد و ستائش ہستی کی طرف سے اتارا ہوا ہے؟ آپ سے پہلے جن لوگوں نے انبیائے کرام کو جھٹلایا، کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک نہیں کیا؟ تب سید المرسلین، امام المتقین اور قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِین حضرت محمد ﷺ کی تکذیب کرنے والوں پر عذاب نازل ہونے سے کیا چیز مانع ہے؟

﴿ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴾ یعنی قیامت قریب آ گئی، اس کا وقت آن پہنچا اور اس کی علامات واضح ہو گئیں ﴿ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴾ یعنی جب قیامت آ جائے گی اور ان پر عذاب موعود ٹوٹ پڑے گا تو اسے اللہ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکے گا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت محمد کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کرنے والوں اور قرآن کو جھٹلانے والوں کو وعید سنائی، چنانچہ فرمایا: ﴿ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴾ یعنی کیا تم اس کلام پر جو بہترین اور افضل و اشرف کلام ہے، تعجب کرتے ہو اور اسے امور عادیہ اور حقائق معروفہ کے خلاف قرار دیتے ہو؟ یہ ان کی جہالت، گمراہی اور عناد ہے، ورنہ یہ تو ایسا کلام ہے کہ جب وہ بیان کیا جاتا ہے تو سراسر صدق ہے، جب وہ بات کہتا ہے تو وہ حق کو باطل سے جدا کرنے والا قول ہے، بے ہودہ بات نہیں ہے، یہ قرآن عظیم ہے جسے اگر کسی پہاڑ پر اتارا جاتا تو آپ دیکھتے کہ وہ خوف اور ڈر سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ جو اصلاح کی طلب رکھنے والوں کی رائے، عقل، راست بازی، ثابت قدمی اور ایمان و ایقان میں اضافہ کرتا ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں بلکہ تعجب تو اس شخص کی عقل، سفاہت اور گمراہی پر ہونا چاہیے جو اس قرآن پر تعجب کرتا ہے۔

﴿ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴾ ''اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں۔'' یعنی تم اس کی تضحیک کرنے اور تمسخر اڑانے میں جلدی کر رہے ہو، حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ اس کے اوامر و نواہی کو سن کر اس کے وعد و وعید پر توجہ دے کر اور اس کی سچی اور اچھی خبروں کی طرف التفات کر کے نفوس اس سے متاثر ہوتے، دل نرم پڑتے اور آنکھیں رو پڑتیں۔

﴿ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴾ ''اور تم غفلت میں پڑ رہے ہو۔'' یعنی تم اس سے اور اس پر تدبر کرنے سے غافل ہو، یہ غفلت تمھاری قلت عقل اور تمھارے دین کی کھوٹ پر دلالت کرتی ہے۔ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہوتی اور اپنے تمام احوال میں اس کی رضا کے طلب گار رہے ہوتے تو تمھیں یہ بدلہ نہ ملتا جسے عقل مند لوگ ناپسند کرتے ہیں۔

﴿ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴾ ''اب تم اللہ کے حضور سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔'' اللہ تعالیٰ کے لیے

خاص طور پر سجدے کا حکم دینا اس کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے' نیز یہ کہ سجدہ عبادت کا سرنہاں اور اس کا لب لباب ہے' اس کی روح خشوع وخضوع ہے۔ حالت سجدہ بندے کا وہ عظیم ترین حال ہے جس میں بندے پر خضوع طاری ہوتا ہے' بندے کا قلب و بدن دونوں خضوع کی حالت میں ہوتے ہیں، بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا بلند ترین عضو اس حقیر زمین پر رکھ دیتا ہے جو قدموں کے روندنے کا مقام ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر عبادت کا حکم دیا جو ان تمام اعمال اور اقوال ظاہرہ و باطنہ کو شامل ہے جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا اور ان سے راضی ہوتا ہے۔

تفسیر سورۃ القمر

سُوْرَةُ الْقَمَرِ (۵۴) مَكِّيَّةٌ (۳۷)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۵۵ رُكُوْعَاتُهَا ۳

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ

قریب آ گئی قیامت اور پھٹ گیا چاند ○ اور اگر وہ (مشرک) دیکھیں کوئی نشانی (معجزہ) تو اعراض کریں اور کہیں کہ (یہ تو) جادو ہے

مُّسْتَمِرٌّ ② وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ③ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ

بڑا مضبوط (ہمیشہ سے چلا آتا) ○ اور انہوں نے جھٹلایا اور پیروی کی اپنی خواہشوں کی اور ہر کام ٹھہرا ہوا ہے (اس کیلئے وقت مقرر ہے) ○ اور یقیناً آ چکی ہیں ان کے پاس

مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ④ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ⑤

خبریں وہ جن میں تنبیہ و نصیحت ہے ○ (اور) دانائی کی بات مکمل' پس نہیں فائدہ دیتیں تنبیہات ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ گھڑی' یعنی قیامت قریب آ گئی' اس کی آمد کا وقت ہو گیا' بایں ہمہ اس کو جھٹلانے والے جھٹلاتے چلے جا رہے ہیں اور اس کے نزول کے لیے تیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بڑی بڑی نشانیاں دکھاتا ہے جو اس کے وقوع پر دلالت کرتی ہیں' ان جیسی نشانیاں لانا انسان کے بس میں نہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو کچھ لے کر مبعوث ہوئے ہیں' اس کی صداقت پر دلالت کرنے والا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ جب آپ کی تکذیب کرنے والوں نے آپ سے مطالبہ کیا کہ آپ کوئی ایسا خارق عادت معجزہ دکھائیں جو قرآن کی صحت اور آپ کی صداقت پر دلالت کرے تو آپ نے اللہ کے حکم سے چاند کی طرف اشارہ کیا' چنانچہ چاند اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو ٹکڑے ہو گیا' ایک ٹکڑا جبل ابی قبیس پر اور دوسرا ٹکڑا جبل قعیقعان پر چلا گیا۔ مشرکین اور دیگر لوگ اس عظیم معجزے کا مشاہدہ کر رہے تھے جو عالم علوی میں وقوع پذیر ہوا۔ جس میں مخلوق ملمع سازی کی قدرت رکھتی ہے نہ تخیل کی شعبدہ بازی کر سکتی ہے' چنانچہ انھوں نے ایک ایسے معجزے کا مشاہدہ کیا جو اس سے قبل انھوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا بلکہ انھوں نے کبھی سنا بھی نہیں تھا کہ آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء و مرسلین کے ہاتھوں پر اس جیسا معجزہ ظاہر ہوا ہو۔ وہ اس معجزے کو دیکھ کر مغلوب ہو گئے مگر ایمان ان کے دلوں میں داخل ہوا نہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بھلائی چاہی۔

انھوں نے اپنی بہتان طرازی اور سرکشی میں پناہ لی اور کہنے لگے: محمد (ﷺ) نے ہم پر جادو کر دیا، مگر اس کی علامت یہ ہے کہ تم کسی ایسے شخص سے پوچھو جو سفر پر سے تمھارے پاس آیا ہے اگر حضرت محمد ﷺ تم پر جادو کرنے کی طاقت رکھتے ہیں تو وہ اس شخص پر جادو نہیں کر سکتے جس نے تمھاری طرح (چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا) مشاہدہ نہیں کیا، چنانچہ انھوں نے ہر اس شخص سے شق قمر کے بارے میں پوچھا جو سفر پر سے آئے تھے۔ انھوں نے بھی شق قمر کے وقوع کے بارے میں خبر دی۔ اس پر انھوں نے کہا: ﴿سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ ''یہ ایک ہمیشہ کا جادو ہے۔'' محمد (ﷺ) نے ہم پر بھی جادو کر دیا اور دوسروں پر بھی۔

یہ ایسا بہتان ہے جو صرف انھی لوگوں میں رواج پا سکتا ہے جو مخلوق میں سب سے زیادہ بے وقوف، ہدایت اور عقل کے راستے سے سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔ یہ ان کی طرف سے صرف اسی ایک معجزے کا انکار نہیں بلکہ ان کے پاس جو بھی معجزہ آتا ہے تو یہ اس کی تکذیب کرنے اور اس کو ٹھکرانے کے لیے تیار رہتے ہیں، اس لیے فرمایا: ﴿وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا﴾ ''اور اگر وہ (مشرک) کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ موڑ لیتے ہیں۔'' یہاں ضمیر کو شقِ قمر کی طرف نہیں لوٹایا اور یوں نہیں کہا: وان یروھا ''اور اگر وہ اسے دیکھتے ہیں۔'' بلکہ کہا: ﴿وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا﴾ پس حق اور ہدایت کی اتباع کرنا ان کا مقصد نہیں، ان کا مقصد تو خواہشات نفس کی پیروی ہے، اس لیے فرمایا: ﴿وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ﴾ ''اور انھوں نے (اسے) جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی اتباع کی۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ﴾ (القصص: ۲۸/ ۵۰) ''پھر اگر وہ آپ کی بات کو قبول نہ کریں تو جان لیجیے کہ وہ تو صرف اپنی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔'' اگر ان کا مقصد ہدایت کی پیروی کرنا ہوتا تو وہ ضرور ایمان لے آتے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر انھیں براہین و بینات اور قطعی دلائل کا مشاہدہ کرایا ہے جو تمام مطالب الٰہیہ اور مقاصد شرعیہ پر دلالت کرتی ہیں۔

﴿وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ﴾ ''اور ہر کام کا وقت مقرر ہے۔'' یعنی اب تک معاملہ اپنی غایت و منتہیٰ تک نہیں پہنچا، عنقریب معاملہ اپنے انجام کو پہنچے گا۔ تب تصدیق کرنے والے نعمتوں بھری جنتوں، اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رضا کے سائے میں چلیں پھریں گے اور جھٹلانے والے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا مقصد صحیح ہے نہ اتباع ہدایت۔ ﴿وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ﴾ ''اور یقیناً ان کے پاس ایسی خبریں پہنچ چکی ہیں۔'' یعنی سابقہ اور موجودہ خبریں اور معجزاتِ ظاہرہ ﴿مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ﴾ ''جن میں تنبیہ و نصیحت ہے۔'' یعنی ایک ایسا امر ہے جو ان کی گمراہی پر زجر و توبیخ کرتا ہے۔ ﴿حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے تاکہ تمام جہانوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے اور

رسولوں کے مبعوث کیے جانے کے بعد کسی کے لیے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت باقی نہ رہے۔

﴿ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴾ ”پھر محض ڈرانا فائدہ مند نہیں ہوا۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴾ (یونس: ١٠/٩٦، ٩٧) ”وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ہر قسم کی نشانی آجائے حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔“

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ⑥ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ

سو اعراض کیجیے ان سے (یاد کریں!) جس دن بلائیگا بلانے والا نہایت ہولناک چیز کی طرف ○ جھکی ہونگی انکی نگاہیں، وہ نکلیں گے

مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ⑦ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ

قبروں سے (ایسے) گویا کہ وہ ٹڈی دل ہے منتشر ○ دوڑ رہے ہوں گے وہ بلانے والے کی طرف

يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ⑧

کہیں گے کافر: یہ دن ہے نہایت سخت ○

وقف لازم

اللہ تبارک وتعالیٰ رسول ﷺ سے فرماتا ہے کہ یہ بات واضح ہوگئی کہ اہل تکذیب کی ہدایت کا اب کوئی حیلہ نہیں، ان کے اندر روگردانی کے سوا کچھ باقی نہیں رہا، تو فرمایا: ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ﴾ ”چنانچہ (اے نبی!) آپ بھی ان سے اعراض کریں۔“ آپ ان کے لیے ایک بہت بڑے دن اور ایک بہت بڑی گھبراہٹ اور خوف کا انتظار کیجیے۔ یہ وہ دن ہوگا جب ﴿ يَدْعُ الدَّاعِ ﴾ ”پکارنے والا پکارے گا۔“ یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام ﴿ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴾ یعنی ایک بہت ہی برے معاملے کی طرف، طبیعت جس کا انکار کرے گی۔ تو نے اس سے برا اور اس سے بڑھ کر دردناک منظر نہیں دیکھا ہوگا، پس اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو تمام مردے اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر قیامت (کے میدان) میں کھڑے ہوں گے۔

﴿ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ ﴾ ”ان کی نگاہیں جھکی ہوں گی۔“ یعنی اس وحشت اور گھبراہٹ کے باعث جو ان کے دلوں میں پہنچ کر ان کو عاجز اور کمزور کر دے گی اور اس بنا پر ان کی نگاہیں پست ہو جائیں گی۔ ﴿ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ ﴾ وہ قبروں سے یوں نکلیں گے ﴿ كَاَنَّهُمْ ﴾ ”جیسے کہ وہ۔“ اپنی کثرت اور بے ترتیب ہونے کی وجہ سے ﴿ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ﴾ ”منتشر ٹڈی دل ہوں۔“ یعنی وہ زمین میں پھیلے ہوئے اور بہت زیادہ ہوں گے۔

﴿ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ﴾ ”درآں حالیکہ وہ بلانے والے کی طرف دوڑ رہے ہوں گے۔“ یعنی پکارنے والے کی پکار کا جلدی سے جواب دیتے ہوئے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ پکارنے والا انھیں پکارے گا اور قیامت کے میدان میں حاضر ہونے کا حکم دے گا، وہ اس کی پکار پر لبیک کہیں گے اور جلدی سے تعمیل کریں گے۔ ﴿ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ یعنی وہ کفار جن کے سامنے ان کا عذاب موجود ہوگا، کہیں گے: ﴿ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾

”یہ بڑا سخت دن ہے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ﴾ (المدثر: ۷۴/ ۱۰) ”کافروں پر (وہ دن) آسان نہ ہوگا۔“ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دن مومنوں پر بہت آسان ہوگا۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ (٩) فَدَعَا
جھٹلایا تھا ان سے پہلے قوم نوح نے پس انھوں نے تکذیب کی ہمارے بندے کی اور کہا (یہ) دیوانہ ہے اور جھڑک دیا گیا ○ تو پکارا اس نے
رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (١٠) فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ (١١) وَّفَجَّرْنَا
اپنے رب کو کہ بیشک میں بے بس ہوں پس تو انتقام لے ○ سو کھول دیے ہم نے دروازے آسمان کے ساتھ پانی زوردار برسنے والے کے ○ اور جاری کر دیے ہم نے
الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ (١٢) وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ
زمین سے چشمے، سو مل گیا (آسمان و زمین کا) پانی ایک امر پر جو مقدر کیا گیا تھا ○ اور سوار کیا ہم نے اس (نوح) کو اوپر (کشتی) تختوں
وَّدُسُرٍ (١٣) تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ (١٤) وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً
اور میخوں والی کے ○ وہ چلتی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے بدلہ لینے کیلیے اس شخص کا جس کا انکار کیا گیا تھا ○ اور تحقیق (بنا) چھوڑا ہم نے اس (کشتی) کو ایک نشانی
فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (١٥) فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ (١٦) وَلَقَدْ يَسَّرْنَا
پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟ ○ پس (بتاؤ) کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈراوا؟ ○ اور یقیناً آسان کیا ہے ہم نے
الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (١٧)
قرآن کو نصیحت کے لیے تو کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟ ○

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کا حال بیان فرمایا جنھوں نے اس کے رسول ﷺ کو جھٹلایا، نیز یہ بھی ذکر فرمایا کہ معجزات ان کو کوئی فائدہ دیں گے نہ ان کے کسی کام آئیں گے تو انھیں متنبہ کیا اور گزری ہوئی قوموں کی سزاؤں سے ڈرایا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے ان کو ہلاک کیا اور ان پر عذاب نازل کیا، چنانچہ قوم نوح کا ذکر کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوم کی طرف مبعوث فرمایا جو بتوں کی عبادت کرتی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسی اکیلے کی عبادت کا حکم دیا مگر انھوں نے شرک کو ترک نہ کیا اور کہنے لگے: ﴿وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا﴾ (نوح: ۷۱/ ۲۳) ”تم اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو اور نہ چھوڑو تم وَدّ کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث، یعوق اور نسر کو۔“

حضرت نوح علیہ السلام انھیں شب و روز اور کھلے چھپے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے مگر ان میں عناد، سرکشی اور اپنے نبی میں جرح و قدح کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہ ہوا۔ بنابریں یہاں فرمایا: ﴿فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ﴾ ”چنانچہ انھوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا (یہ تو) دیوانہ ہے۔“ ان کے زعم باطل کے مطابق ان کے آباؤ اجداد جس شرک اور گمراہی کے راستے پر گامزن تھے اسی پر عقل دلالت کرتی ہے اور حضرت نوح علیہ السلام جو چیز پیش کر رہے ہیں وہ جہالت اور گمراہی ہے جو پاگلوں ہی سے صادر ہو سکتی ہے۔ انھوں نے اس ضمن میں جھوٹ بولا اور ان حقائق کو

بدل ڈالا جو عقلاً اور شرعاً ثابت شدہ تھے کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام جو کچھ لے کر آئے وہ ثابت شدہ حق تھا جو راست رو اور روشن عقل کی رشد و ہدایت اور روشنی کی طرف راہ نمائی کرتا تھا اور ان کا موقف محض جہالت اور واضح گمراہی تھا۔ فرمایا: ﴿وَازْدُجِرَ﴾ یعنی ان کی قوم نے ان کو زجر و توبیخ کی اور برا بھلا کہا کیونکہ آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تھی۔ آپ کی قوم نے۔ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے۔ آپ پر ایمان نہ لانے اور آپ کی تکذیب کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انھوں نے اپنے مقدور بھر آپ کو اذیتیں بھی دیں۔ تمام انبیاء و مرسلین کے دشمنوں کا اپنے نبیوں کے ساتھ یہی وتیرہ رہا ہے۔

تب اس موقع پر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا اور کہا: ﴿اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ﴾ ''بے شک میں کمزور ہوں۔'' ان سے انتقام لینے کی مجھ میں قدرت نہیں کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں سے بہت تھوڑے اور چند لوگ ایمان لائے تھے جن میں اپنی قوم کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی۔ ﴿فَانْتَصِرْ﴾ اے اللہ! میری طرف سے بدلہ لے۔ ایک دوسری آیت کریمہ میں حضرت نوح علیہ السلام نے دعا مانگی: ﴿رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ (نوح: ۲۶/۷۱) ''اے میرے رب! کسی کافر کو زمین پر آباد نہ رہنے دے۔'' اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمالی اور حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے ان کی قوم سے بدلہ لیا۔ فرمایا: ﴿فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ﴾ چنانچہ ہم نے زور سے برسنے والے پانی کے ساتھ آسمان کے دہانے کھول دیے ﴿وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا﴾ ''اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیے۔'' پس آسمان نے اتنا پانی برسایا جو خارق عادت تھا' تمام روئے زمین پر پانی کے چشمے پھوٹ پڑے حتی کہ تنور سے بھی چشمہ پھوٹ پڑا' جہاں عادتاً چشمے کا ہونا تو کجا' پانی بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ تنور آگ کی جگہ ہے ﴿فَالْتَقَى الْمَآءُ﴾ تو (آسمان اور زمین کا) پانی مل گیا۔ ﴿عَلٰٓى اَمْرٍ﴾ ایک ایسے امر پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ﴿قَدْ قُدِرَ﴾ ''بے شک طے تھا۔'' یعنی جسے اللہ تعالیٰ نے ازل میں لکھ رکھا تھا اور ان سرکش ظالموں کو سزا دینے کے لیے مقدر کر رکھا تھا۔

﴿وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ﴾ یعنی ہم نے اپنے بندے نوح کو کشتی پر سوار کرا کر (اس طوفان سے) نجات دی جو لکڑی کے تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی' یعنی میخوں کے ذریعے سے تختوں کو جوڑا اور تسموں سے باندھا گیا تھا۔ ﴿تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا﴾ یعنی یہ کشتی حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو آپ پر ایمان لائے تھے اور دیگر مخلوقات کی ان اصناف کے ساتھ (پانی پر) چل رہی تھی جن کو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ اس میں سوار کیا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی' ڈوبنے سے اس کی حفاظت اور اس کی خاص دیکھ بھال کے تحت پانی پر رواں دواں تھی اور وہ بہت اچھا حفاظت کرنے والا اور بہت اچھا کارساز ہے۔ ﴿جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ﴾ یعنی

ہم نے نوح علیہ السلام کو غرق عام سے بچایا' اس جزا کے طور پر کہ آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کا انکار کیا مگر آپ ان کو دعوت دینے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنے پر ڈٹے رہے' کوئی آپ کو اپنے مقصد سے ہٹا سکا نہ آپ کا راستہ روک سکا۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (هود: ١١/٤٨) ''کہا گیا: اے نوح! اتر تو ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر اور ان قوموں پر (نازل کی گئی) ہیں جو آپ کے ساتھ ہیں' اور کچھ دوسری قومیں ہیں جن کو ہم (دنیا میں) کچھ فائدہ دیں گے، پھر انھیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔''

اس آیت کریمہ میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ہم نے نوح کی قوم کو ہلاک کیا اور ہم نے ان کو عذاب اور رسوائی میں ڈالا' ان کے کفر اور عناد کی جزا کے طور پر۔ یہ معنی اس شخص کی قراءت پر مبنی ہے جس نے كَفَرَ کے کاف کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔

﴿وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ یعنی ہم نے قوم نوح کے ساتھ نوح علیہ السلام کے قصے کو ایک نشانی کے طور پر چھوڑا جس سے نصیحت حاصل کرنے والے اس بات کی نصیحت حاصل کرتے ہیں کہ جو کوئی رسولوں کی نافرمانی کرتا ہے اور ان کے ساتھ عناد رکھتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے ایک عام اور سخت عذاب کے ذریعے سے ہلاک کر ڈالتا ہے۔ یا ﴿تَّرَكْنٰهَآ﴾ کی ضمیر کشتی اور اس کی جنس کی طرف لوٹتی ہے اس لیے کہ کشتی کی صنعت کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت نوح علیہ السلام کو دی' پھر اس کی صنعت اور اس کی جنس کو لوگوں میں باقی رکھا تاکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر رحمت اور عنایت' اس کی کامل قدرت اور انوکھی صنعت پر دلالت کرے۔ ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا اور اپنے فکر و ذہن کو ان کے سامنے ڈال دینے والا ہے، بے شک یہ نشانیاں نہایت واضح اور بہت آسان ہیں۔

﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ پس اے مخاطب! تو نے اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب اور اس کی اس تنبیہ کو کیسا دیکھا جو کسی کے لیے کوئی حجت نہیں چھوڑتی؟ ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ہم نے اس قرآن کے الفاظ کو یاد کرنے' ان کو ادا کرنے اور اس کے معانی کو علم و فہم کی خاطر نہایت آسان اور سہل بنایا کیونکہ قرآن لفظ کے اعتبار سے اچھا' معنیٰ کے اعتبار سے سب سے سچا اور تفسیر کے اعتبار سے سب سے واضح کلام ہے جو کوئی قرآن کریم پر اپنی توجہ مرکوز کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے مطلوب و مقصود کو حد درجہ آسان اور سہل کر دیتا ہے۔

اَلذِّكْر حلال و حرام کے احکام' امر و نہی' جزا و سزا کے احکام' مواعظ' عبرت انگیز واقعات' عقائد نافعہ اور اخبار صادقہ کو شامل ہے۔ بنا بریں قرآن کریم کا علم، حفظ اور تفسیر کے اعتبار سے بہت آسان اور علی الاطلاق جلیل

علم ہے۔ قرآن کا علم بہت نفع مند علم ہے۔ بندۂ مومن جب اسے طلب کرتا ہے تو اس کی مدد کی جاتی ہے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں سلف میں سے کسی کا قول ہے: کیا کوئی علم کا طالب ایسا ہے جس کی اس بارے میں مدد کی جائے؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی طرف توجہ مبذول کرنے اور اس سے نصیحت حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا: ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ”ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔“

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ⑱ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا

تکذیب کی (قوم) عاد نے پس (دیکھو) کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈراوا؟ ○ بلاشبہ ہم نے بھیجی ان پر شاں شاں کرتی تیز ہوا

فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ⑲ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ⑳ فَكَيْفَ كَانَ

ایک دن دائمی نحوست والے میں ○ وہ اکھاڑ پھینکتی تھی لوگوں کو گویا کہ وہ تنے ہیں جڑ سے اکھڑی ہوئی کھجور کے ○ تو کیسا تھا

عَذَابِيْ وَنُذُرِ ㉑ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ㉒ ع ۲۲/۸

میرا عذاب اور میرا ڈراوا؟ ○ اور یقیناً آسان کیا ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے تو کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟ ○

عاد یمن کا ایک معروف قبیلہ ہے جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جو انھیں توحید اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے مگر انھوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا، پس اللہ تعالیٰ نے ان پر ﴿رِيْحًا صَرْصَرًا﴾ سخت طوفانی ہوا بھیجی ﴿فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ﴾ ”منحوس دن میں۔“ جس کا عذاب بہت سخت اور ان کے لیے بہت بدبختی والا تھا۔ ﴿مُّسْتَمِرٍّ﴾ جو ان پر مسلسل سات رات اور آٹھ دنوں تک انھیں فنا کرنے کے لیے چلتی رہی۔ ﴿تَنْزِعُ النَّاسَ﴾ وہ اپنی شدت کی وجہ سے لوگوں کی بیخ کنی کر رہی تھی، انھیں آسمان کی طرف اٹھا کر زمین پر دے مارتی تھی اور یوں انھیں ہلاک کر ڈالتی تھی اور ان کی یہ حالت ہو گئی تھی ﴿كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ﴾ ”گویا کہ وہ جڑ سے اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہیں۔“ یعنی ان کی ہلاکت کے بعد ان کی لاشیں ایسے دکھائی دے رہی تھیں جیسے گری ہوئی کھجور کے تنے، جنھیں سخت ہوا نے جڑ سے اکھاڑ دیا ہو اور وہ زمین پر گری پڑی ہوں، جب مخلوق اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرتی ہے تو وہ اس کے ہاں کتنی حقیر ہو جاتی ہے۔

﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ ”پھر میرا عذاب اور میرا ڈراوا کیسا تھا؟“ اللہ کی قسم! دردناک عذاب اور تنبیہ تھی جس نے کسی کے لیے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت باقی نہ رہنے دی۔ ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ”اور یقیناً ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے، پس کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟“ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحمت اور عنایت کی بنا پر اس فقرے کو بتکرار بیان کیا اور انھیں اس امر کی طرف بلایا ہے جو ان کی دنیا اور آخرت کی اصلاح کرتا ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ

جھٹلایا (قوم) ثمود نے ڈرانے والوں کو○ پس انھوں نے کہا: کیا ایسے آدمی کی جو ہم میں سے ہے تنہا پیروی کریں ہم اس کی؟ بلاشبہ ہم تو اس وقت ہوں گے گمراہی

وَّسُعُرٍ ﴿٢٤﴾ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿٢٥﴾ سَيَعْلَمُوْنَ

اور دیوانگی میں○ کیا القا کی گئی ہے وحی اسی پر ہم سب کے درمیان میں سے؟ (نہیں) بلکہ وہ سخت جھوٹا خود پسند ہے○ عنقریب وہ جان لیں گے

غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿٢٦﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾

کل، کون ہے کذاب خود پسند؟○ بلاشبہ ہم بھیجنے (چٹان سے نکالنے) والے ہیں اونٹنی آزمائش کیلیے انکی سو انتظار کر انکا اور صبر کر○

وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى

اور خبر دے انکو کہ بیشک پانی تقسیم شدہ ہے انکے درمیان، ہر ایک پانی کی باری حاضر کی گئی ہے○ پس انھوں نے پکارا اپنے ساتھی کو تو اس نے پکڑا

فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا

پھر اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ دیں○ تو کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈراوا؟○ بلاشبہ ہم نے بھیجی ان پر چیخ ایک ہی، تو ہو گئے وہ

كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾

(ایسے) جیسے روندی ہوئی باڑ، باڑ لگانے والے کی○ اور یقیناً ہم نے آسان کیا ہے قرآن کو نصیحت کیلیے تو کیا کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا؟○

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ ﴾ ’’ثمود نے جھٹلایا۔‘‘ اس آیت میں ثمود سے مراد معروف قبیلہ ہے جو حِجر کے علاقے میں آباد تھا جب ان کے نبی حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا جس کا کوئی شریک نہیں اور مخالفت کی صورت میں انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو انھوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور استکبار کا مظاہرہ کیا اور تکبر سے ڈینگیں مارتے ہوئے کہا: ﴿ اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ﴾ ’’بھلا ایک ایسا آدمی جو ہم ہی میں سے ہے، ہم اس کی پیروی کریں؟‘‘ یعنی ہم ایک بشر کی اتباع کیسے کر سکتے ہیں جو فرشتہ نہیں جو ہم میں سے ہے جو ہمارے علاوہ ان لوگوں میں سے بھی نہیں جو لوگوں کے نزدیک ہم سے افضل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اکیلا ہی تو ہے ﴿ اِنَّآ اِذًا ﴾ یعنی اگر ہم نے اس حالت میں اس کی اتباع کی ﴿ لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴾ تو تب ہم گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے۔ یہ کلام ان کی گمراہی اور بدبختی کے سبب سے صادر ہوا کیونکہ انھوں نے محض تکبر کی بنا پر ایک ایسے رسول کی اتباع سے تو انکار کر دیا جو ان کی جنس میں سے تھا مگر انھیں شجر و حجر اور بتوں کے پجاری بنتے ہوئے غیرت نہ آئی۔

﴿ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا ﴾ ’’کیا ہمارے سب کے درمیان سے صرف اسی پر وحی اتاری گئی ہے؟‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ ہم میں سے اس کو کس بنا پر خصوصیت عطا کرتا ہے اور اس پر ذکر نازل کرتا ہے؟ اس میں کون سی ایسی خوبی ہے جس کی بنا پر ہم میں سے صرف اسے ہی یہ خصوصیت عطا کی ہے؟ یہ وہ اعتراض ہے جو

اہل تکذیب ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ پر کرتے چلے آئے ہیں' اسی کی بنیاد پر انبیاء و مرسلین کی دعوت پر حملہ آور ہوتے رہے اور اس کو رد کرتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کا جواب رسولوں کے اس قول کے ذریعے سے دیا جو انھوں نے امتوں سے کہا تھا: ﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ (ابراهیم: ١٤/ ١١) ''ان کے رسولوں نے ان سے کہا: واقعی ہم محض تم جیسے بشر ہی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس پر احسان کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ایسے اوصاف' اخلاق اور کمالات سے نوازا ہوتا ہے جن کی بنا پر وہ اپنے رب کی رسالت اور اس کی وحی کے اختصاص کی صلاحیت رکھتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت ہے کہ رسول نوع بشری میں سے ہیں۔ اگر رسول فرشتوں میں سے ہوتے تو انسانوں کا ان سے استفادہ کرنا ممکن نہ ہوتا۔ اگر فرشتوں کو رسول بنایا ہوتا تو جھٹلانے والوں پر فوراً عذاب نازل ہو جاتا۔

قوم ثمود سے اپنے نبی کے بارے میں صادر ہونے والے اس کلام کا مقصد صرف حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلانا تھا' اس لیے انھوں نے آپ پر یہ ظالمانہ حکم لگایا، چنانچہ انھوں نے کہا: ﴿بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ﴾ ''بلکہ وہ تو سخت جھوٹا اور شر کا حامل ہے۔'' اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے' ان کی آرزوئیں کس قدر بے وقوفی پر مبنی ہیں اور وہ سچے خیر خواہوں کے مقابلے میں ان کو برے خطابات سے مخاطب کرنے میں کتنے ظالم اور کتنے سخت ہیں؟ جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا دے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اونٹنی بھیجی جو ان کے لیے اللہ کی سب سے بڑی نعمت تھی جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور اس کی نعمتوں میں سے ایک نعمت تھی، وہ اس کا دودھ دوہتے تھے جو ان سب کے لیے کافی ہوتا تھا۔ ﴿فِتْنَةً لَّهُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے (یہ اونٹنی) ان کی آزمائش اور امتحان کے طور پر تھی۔ ﴿فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ﴾ پس ان کو دعوت دینے پر ڈٹے رہیے اور منتظر رہیے کہ ان پر کیا عذاب نازل ہوتا ہے یا اس بات کے منتظر رہیے کہ آیا وہ ایمان لاتے ہیں یا کفر ہی پر ڈٹے رہتے ہیں؟

﴿وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ﴾ یعنی ان کو آگاہ کر دیجیے کہ پانی ان کے درمیان تقسیم ہوگا' یعنی ان کا پانی پینے کا چشمہ اب ان کے اور اونٹنی کے درمیان تقسیم ہوگا۔ ایک دن اونٹنی پانی پیئے گی اور ایک دن ان کے پانی پینے کے لیے ہے۔ ﴿كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ﴾ ''ہر ایک (اپنی) باری پر حاضر ہوگا۔'' یعنی اس روز صرف وہی پانی پر آئے گا جس کی باری ہوگی اور جس کی باری نہ ہوگی اس کے لیے پانی پر آنے کی ممانعت ہوگی۔ ﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ﴾ ''پھر انھوں نے اپنے (ایک) ساتھی کو بلایا۔'' جو اونٹنی کو ہلاک کرنے میں براہ راست ملوث تھا' جو اپنے قبیلے کا سب سے بدبخت شخص تھا۔ ﴿فَتَعَاطٰى﴾ تو قوم ثمود نے اس کو اونٹنی ہلاک کرنے کا جو حکم دیا تھا اس

نے اس کی اتباع کی **﴿فَعَقَرَ﴾** ''چنانچہ اس نے اونٹنی کو قتل کر ڈالا۔'' **﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ﴾** ''پھر (دیکھو) میرا عذاب اور میرا ڈراوا کیسا تھا؟'' یعنی یہ سخت ترین عذاب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک سخت چنگھاڑ اور زلزلہ بھیجا جس نے ان کے آخری آدمی تک کو ہلاک کر ڈالا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان لوگوں کو بچا لیا جو آپ پر ایمان لائے تھے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ (٣٣) اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ

جھٹلایا قوم لوط نے ڈرانے والوں کو○ بلاشبہ ہم نے بھیجی ان پر پتھر برسانے والی ہوا سوائے آل لوط کے، ہم نے نجات دی انہیں

بِسَحَرٍ (٣٤) ۙ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِىْ مَنْ شَكَرَ (٣٥) وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ

بوقتِ سحر○ فضل کرتے ہوئے اپنے پاس سے اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں اس کو جو شکر کرتا ہے○ اور البتہ تحقیق (لوط نے) ڈرایا تھا انھیں

بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ (٣٦) وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا

ہماری پکڑ سے تو انہوں نے شک کیا ڈراوے میں○ اور یقیناً انہوں نے مطالبہ کیا لوط سے اسکے مہمانوں کا تو مٹا دیں ہم نے انکی آنکھیں پس چکھو تم

عَذَابِىْ وَنُذُرِ (٣٧) وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ (٣٨) ۚ فَذُوْقُوْا عَذَابِىْ

میرا عذاب اور میرا ڈرانا○ اور البتہ تحقیق ہلاک کر دیا ان کو صبح کے وقت عذاب دائمی نے○ پس چکھو تم میرا عذاب

وَنُذُرِ (٣٩) وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (٤٠) ع ١٨

اور میرا ڈرانا○ اور یقیناً آسان کیا ہے ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے تو کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟○

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ﴾ جب حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف بلایا اور انھیں شرک اور فحش کام سے روکا جو دنیا میں ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا، تو انھوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی تکذیب کی۔ پس انھوں نے آپ کو جھٹلایا اور اپنے شرک اور فواحش پر جمے رہے حتی کہ وہ فرشتے جو خوبصورت مہمانوں کی شکل میں آئے تھے ان کی آمد کے بارے میں جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے سنا تو جلدی سے آئے اور وہ ان مہمانوں کے ساتھ بدکاری کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے اور ان کا برا کرے۔ وہ ان مہمانوں کے بارے میں آپ کو فریب دینا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا' انھوں نے ان کو اندھا کر ڈالا' ان کے نبی نے ان کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور سزا سے ڈرایا **﴿فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ﴾** ''تو انھوں نے ڈراوے میں شک کیا۔''

﴿وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ﴾ ''اور یقیناً صبح سویرے ہی اٹل عذاب نے انھیں ہلاک کر دیا۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں کو تلپٹ کر کے نچلے کو الٹ کر اوپر کر دیا اس کے بعد ان پر لگاتار کھنگر کے پتھر برسائے جو تیرے رب کے ہاں' حد سے گزرنے والوں کے لیے نشان زدہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو' ان کی اپنے رب کی شکر گزاری اور اسی اکیلے کی عبادت کرنے کی جزا کے طور پر بہت بڑی

مصیبت سے نجات دی۔

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۚ (۴۱) كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ

اور البتہ تحقیق آئے تھے فرعونیوں کے پاس (بھی) ڈرانیوالے ○ انہوں نے تکذیب کی ہماری نشانیوں کی سب کی تو ہم نے پکڑا ان کو پکڑنا (مانند) ایک زبردست

مُّقْتَدِرٍ (۴۲) اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۚ (۴۳) اَمْ يَقُوْلُوْنَ

قدرت والے کے ○ کیا تمہارے کافر بہتر ہیں ان (کافروں) سے یا تمہارے لیے کوئی نجات (لکھی ہوئی) ہے (سابقہ) صحیفوں میں؟ ○ کیا وہ (مشرکین) کہتے ہیں

نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ (۴۴) سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (۴۵) بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ

کہ ہم ایک جماعت ہیں غالب آنیوالی؟ ○ عنقریب شکست دی جائیگی وہ جماعت اور بھاگیں گے وہ پیٹھ پھیر کر ○ بلکہ قیامت وعدے کا وقت ہے انکا

وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ (۴۶) اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ (۴۷) يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ وقف لازم

اور قیامت بہت بڑی آفت اور نہایت تلخ ہے ○ بلاشبہ مجرمین گمراہی اور دیوانگی میں (پڑے ہوئے) ہیں ○ جس دن گھسیٹے جائینگے وہ

فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ۭ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ (۴۸) اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (۴۹)

آگ میں اپنے چہروں کے بل (کہا جائیگا) چکھو تم تکلیف (عذاب) جہنم کی ○ بلاشبہ ہم نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے ہم نے اسے ساتھ ایک اندازے کے ○

وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ (۵۰) وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ

اور نہیں (ہوتا) ہمارا حکم مگر ایک (کلمہ) ہی جیسے جھپکنا آنکھ کا ○ اور تحقیق ہلاک کر چکے ہیں ہم (پہلے) تم جیسوں کو تو کیا ہے کوئی

مُّدَّكِرٍ (۵۱) وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ (۵۲) وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ (۵۳) اِنَّ

نصیحت پکڑنے والا؟ ○ اور ہر چیز کہ کی ہے انہوں نے وہ (لکھی ہوئی) ہے صحیفوں میں ○ اور ہر چھوٹا بڑا (عمل) لکھا ہوا ہے ○ بلاشبہ

الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ (۵۴) فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (۵۵) ع ۳ ۱۰

متقی لوگ باغات اور نہروں میں ہونگے ○ مقامِ عزت میں نزدیک بادشاہ قدرت والے کے ○

﴿وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ﴾ اور بلاشبہ فرعون اور اس کی قوم کے پاس (بھی) ڈرانے والے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس واضح دلائل اور بڑے بڑے معجزات کے ساتھ کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا، آپ کی تائید کی، ان کو بڑے بڑے عبرت ناک واقعات کا مشاہدہ کرایا جن کا مشاہدہ ان کے سوا کسی اور کو نہیں کرایا۔ مگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی تمام نشانیوں کو جھٹلا دیا، تب اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک غالب اور قدرت رکھنے والی ہستی کے مانند عذاب کی گرفت میں لے لیا، پس فرعون اور اس کے لشکروں کو سمندر میں غرق کر دیا۔ ان واقعات کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں کو ڈرایا جائے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہیں۔ بنا بریں فرمایا:

﴿اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ﴾ ''(اے اہلِ عرب!) کیا تمھارے کافر ان (کافروں) سے بہتر ہیں؟'' یعنی کیا یہ لوگ جنھوں نے افضل المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے، ان جھٹلانے والوں سے بہتر

ہیں جن کی ہلاکت اور ان پر گزرنے والے حالات کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے؟ اگر یہ لوگ ان لوگوں سے بہتر ہیں تو ممکن ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں اور ان پر وہ عذاب نازل نہ ہو جو ان شریر لوگوں پر نازل ہوا تھا مگر معاملہ یوں نہیں کیونکہ اگر یہ لوگ ان لوگوں سے بڑھ کر شر پسند نہیں تو ان سے اچھے بھی نہیں۔

﴿ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِی الزُّبُرِ ﴾ ''یا تمھارے لیے (سابقہ) صحیفوں میں کوئی نجات لکھی ہوئی ہے؟'' یعنی کیا اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں میں تمھارے ساتھ کوئی عہد اور میثاق کر رکھا ہے جو گزشتہ انبیاء پر نازل ہوئی ہیں جن کی بنا پر تم یہ اعتقاد رکھتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے وعدے اور اس خبر کی وجہ سے عذاب سے بچ جاؤ گے؟ مگر یہ غیر واقع چیز ہے بلکہ یہ عقلاً اور شرعاً غیر ممکن امر ہے کہ ان کتب الٰہیہ میں ان کی براءت لکھ دی گئی ہو جو عدل و حکمت کو متضمن ہیں۔

یہ حکمت کے منافی ہے کہ ان جیسے معاندین حق کو نجات حاصل ہو جنھوں نے افضل الانبیاء سید المرسلین حضرت محمد ﷺ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام انبیاء و مرسلین سے بڑھ کر صاحب تکریم ہیں' کو جھٹلایا۔ پس اب اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ان کے پاس کوئی قوت ہو جس سے وہ مدد حاصل کریں' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ کہتے ہیں: ﴿ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴾ ''ہم غلبہ پانے والی جماعت ہیں۔'' اللہ تعالیٰ ان کی کمزوری کو بیان کرتے ہوئے اور اس حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے کہ وہ ہزیمت اٹھائیں گے' فرماتا ہے: ﴿ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴾ ''عنقریب وہ جماعت شکست کھائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔'' اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اسی طرح واقع ہوا جس طرح اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔ پس اس نے ان کی بہت بڑی جماعت کو غزوۂ بدر کے روز زبردست ہزیمت سے دوچار کیا' ان کے بڑے بڑے بہادر اور ان کے سرکردہ سردار قتل ہو کر ذلیل و خوار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین' اپنے نبی اور اہل ایمان پر مشتمل اپنے گروہ کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا۔

بایں ہمہ ان کے لیے ایک وقت مقرر ہے' جب اللہ تعالیٰ ان کے اولین و آخرین' جو دنیا میں مصائب میں مبتلا رہے اور جن کو دنیا کی لذتوں سے بہرہ ور کیا گیا' سب کو اکٹھا کرے گا' اس لیے فرمایا: ﴿ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ ﴾ ''بلکہ ان کے وعدے کا وقت قیامت ہے۔'' اس وقت ان کو جزا دی جائے گی اور نہایت عدل و انصاف کے ساتھ ان سے حق لیا جائے گا۔ ﴿ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ ﴾ ''اور قیامت کی گھڑی بہت بڑی آفت اور تلخ چیز ہے۔'' یعنی بہت بڑی آفت' زیادہ مشقت آمیز اور ہر اس چیز سے بڑھ کر ہے' جس کا گمان کیا جا سکتا ہے یا وہ تصور میں آ سکتی ہے۔

﴿ اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ ﴾ یعنی وہ لوگ جنھوں نے نہایت کثرت سے جرائم کا ارتکاب کیا۔ اس سے مراد بڑے بڑے گناہ' یعنی شرک اور معاصی وغیرہ ہیں۔ ﴿ فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴾ ''وہ گمراہی اور دیوانگی میں پڑے ہیں۔'' یعنی وہ دنیا میں گمراہ تھے' وہ علم کی گمراہی اور عمل کی گمراہی میں مبتلا تھے۔ وہ قیامت کے روز دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے' ان پر آگ بھڑکائی جائے گی' آگ ان کے جسموں میں شعلہ زن ہو گی یہاں تک کہ ان کے دلوں تک پہنچ جائے گی۔ ﴿ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ﴾ ''جس دن انھیں چہروں کے بل آگ میں گھسیٹا

جائے گا۔" چہرہ جو تمام اعضا میں سب سے زیادہ شرف کا حامل ہے۔ اس کا درد دیگر تمام اعضا سے بڑھ کر ہے۔ پس انھیں اس عذاب کے ذریعے سے ذلیل و رسوا کیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: ﴿ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ﴾ "تم جہنم (کے عذاب) کی تکلیف چکھو۔" یعنی آگ اس کے غم اس کے غیظ و غضب اور اس کے شعلوں (کے عذاب) کو چکھو۔

﴿اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ﴾ "بے شک ہم نے ہر چیز کو مقرر اندازے کے مطابق پیدا کیا۔" یہ آیت کریمہ، تمام مخلوقات، تمام علوی اور سفلی کائنات کو شامل ہے، تمام کائنات کو اکیلے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کا خالق نہیں اور نہ اس کی تخلیق میں کسی کی کوئی شراکت ہی ہے۔ اس نے اس کائنات کو ایسی قضا و قدر کے ساتھ پیدا کیا، جس کے بارے میں اس کا علم سبقت کر گیا، اس کی مقدار، وقت اور اس کے تمام اوصاف کو اس کے قلم نے درج کر لیا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے، بہت آسان تھے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ﴾ "اور ہمارا حکم تو آنکھ جھپکنے کی طرح ایک بات ہی ہوتی ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے: ہو جا، تو وہ چیز آنکھ جھپکنے کے مانند، بغیر کسی رکاوٹ اور بغیر کسی صعوبت کے اسی طرح ہو جاتی ہے جیسا اس نے ارادہ کیا تھا۔

﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ﴾ "اور یقیناً ہم تم سے پہلے تمھارے ہم مذہبوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔" یعنی گزشتہ قوموں میں سے جنھوں نے ویسے ہی عمل کیے تھے جیسے تم نے کیے ہیں، انھوں نے بھی اپنے رسولوں کی تکذیب کی جیسے تم نے تکذیب کی۔ ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ یعنی ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا جو یہ جانتا ہو کہ اولین و آخرین میں اللہ تعالیٰ کی ایک ہی سنت رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تقاضے کے مطابق ان شر پسند لوگوں کی ہلاکت ضروری تھی کیونکہ یہ شر پسند لوگ بھی انھی کے مانند ہیں دونوں فریقوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ﴾ یعنی وہ جو بھی کوئی نیکی اور بدی کا فعل سرانجام دیتے ہیں وہ ان کے صحیفۂ تقدیر میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔ ﴿وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ﴾ یعنی ہر چھوٹا بڑا عمل لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اور قضا و قدر کی حقیقت یہ ہے کہ تمام اشیاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس نے اپنے پاس ہر چیز کو لوح محفوظ میں درج کر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، انسان کو جو مصیبت پہنچی ہے وہ ٹل نہیں سکتی اور جو مصیبت نہیں پہنچی ہوتی وہ پہنچ نہیں سکتی۔

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ یعنی تعمیل اوامر اور ترک نواہی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے وہ لوگ جو شرک، کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بچتے ہیں ﴿فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ﴾ وہ نعمتوں بھری جنتوں میں ہوں گے جس میں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی آدمی کے حاشیہ خیال ہی میں ان کا گزر ہوا ہے۔ یعنی ان جنتوں میں پکے ہوئے پھلوں سے لدے ہوئے درخت، بہتی ہوئی نہریں، بلند و بالا محلات،

خوبصورت آرام گاہیں، نہایت لذیذ ماکولات و مشروبات، حسین و جمیل حوریں، خوبصورت باغات، جزا و سزا سے نوازنے والے بادشاہ کی رضا اور اس کے قرب کے حصول میں کامیابی، یہ سب کچھ ہوگا۔

﴿فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ ”حقیقی عزت کی جگہ ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔“ اس کے بعد مت پوچھیے کہ ان کا رب اپنی طرف سے کیسی کیسی عزت و تکریم اور جود و کرم سے نوازے گا اور ان پر اپنے بے پایاں احسانات اور نوازشات میں اضافہ کرتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل کرے، ہمارے دامن میں جو برائیاں ہیں ان کی بنا پر ہمیں ان بھلائیوں سے محروم نہ کرے جو اس کے سایۂ رحمت میں ہیں۔ (آمین)

تفسیر سورۃ الرحمٰن

سُوْرَةُ الرَّحْمٰن
(۵۵ مَدَنِيَّةٌ ۹۷)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۷۸
رُكُوْعَاتُهَا ۳

اَلرَّحْمٰنُ ۙ① عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۭ② خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ③ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ④ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

رحمٰن ○ سکھایا اس نے قرآن ○ پیدا کیا اس نے انسان کو ○ سکھایا اس کو بولنا ○ سورج اور چاند

بِحُسْبَانٍ ۙ⑤ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ⑥ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ⑦

(چلتے ہیں) ایک حساب سے ○ اور بیلیں اور درخت سجدہ کرتے ہیں ○ اور آسمان، اسی (رحمٰن) نے بلند کیا اسکو اور اسی نے رکھی ترازو ○

اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ⑧ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ⑨ وَالْاَرْضَ

تاکہ نہ تجاوز کرو تم تولنے میں ○ اور قائم کرو تم وزن کو انصاف سے، اور نہ کمی کرو تم تولی جانے والی چیز میں ○ اور زمین،

وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۙ⑩ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۖ⑪ وَالْحَبُّ

اسی نے رکھا (بچھایا) اس کو مخلوق کیلیے ○ اس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت (جنکے شگوفے اور پھل ہوتے ہیں) غلافوں والے ○ اور دانے

ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۚ⑫ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑬

(اناج اور غلے) ہیں بھوسے والے اور پھول خوشبودار ○ تو (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں (اے جن و انس!) جھٹلاؤ گے؟ ○

اس سورۂ کریمہ کا افتتاح اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک ﴿اَلرَّحْمٰنُ﴾ سے ہوا ہے جو اس کی بے پایاں رحمت، عمومی احسان، بے شمار بھلائیوں اور وسیع فضل و کرم پر دلالت کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان امور کا ذکر فرمایا جو اس کی رحمت اور اس کے آثار، یعنی دینی، دنیاوی اور اخروی نعمتوں پر دلالت کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں تک پہنچایا۔ اپنی ان نعمتوں کی ہر جنس اور نوع کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ دونوں جماعتوں یعنی جن و انس کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ اس کا شکر ادا کریں، چنانچہ فرماتا ہے: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ”پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“

پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا: ﴿ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴾ یعنی اس نے اپنے بندوں کو قرآن کے الفاظ و معانی کی تعلیم دی اور اس کے الفاظ کو بندوں پر آسان کر دیا۔ یہ اس کی سب سے بڑی عنایت اور رحمت ہے جو بندوں پر سایہ کناں ہے کہ اس نے ان پر بہترین الفاظ میں اور واضح ترین معانی کے ساتھ عربی زبان میں قرآن نازل کیا جو ہر بھلائی پر مشتمل اور ہر برائی سے روکتا ہے۔ ﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴾ انسان کو بہترین صورت میں، کامل اعضا اور پورے اجزا کے ساتھ نہایت محکم بنیاد پر تخلیق فرمایا، باری تعالیٰ نے انسان کو پوری مہارت کے ساتھ بنایا اور اسے تمام حیوانات پر امتیاز بخشا۔ ﴿ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴾ یعنی اسے مافی الضمیر کو بیان کرنا سکھایا اور یہ تعلیم نطقی اور تعلیم خطی دونوں کو شامل ہے، مافی الضمیر کا بیان جس کی بنا پر آدمی کو اللہ تعالیٰ نے دیگر مخلوقات پر امتیاز بخشا، اس کا شمار اللہ کی سب سے بڑی اور جلیل ترین نعمتوں میں ہوتا ہے۔

﴿ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴾ ”سورج اور چاند ایک حساب سے چلتے ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو پیدا کیا، ان کو مسخر کیا جو بندوں پر رحمت اور ان کے ساتھ عنایت کے طور پر ایک متعین حساب اور مقرر اندازے سے چل رہے ہیں، نیز اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے بندوں کے مصالح کا انتظام کرتا ہے تاکہ بندے ماہ و سال کی گنتی اور حساب کی معرفت حاصل کر لیں۔ ﴿ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴾ آسمان کے ستارے اور زمین کے درخت سب اپنے رب کو پہچانتے ہیں، اس کو سجدہ کرتے ہیں، اس کی اطاعت کرتے ہیں، اس کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے مصالح اور منافع کے لیے ان کو مسخر کر رکھا ہے۔

﴿ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا ﴾ یعنی ارضی مخلوقات کے لیے آسمان کی چھت کو بلند کیا۔ ﴿ وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے ترازو وضع کیا، یعنی بندوں کے درمیان اقوال و افعال میں عدل جاری کیا۔ اس سے مراد صرف معروف میزان ہی نہیں بلکہ وہ، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں، معروف میزان، ناپ تول جس کے ذریعے سے اشیاء اور دیگر مقداروں کو ناپا جاتا ہے، دیگر پیمانے جن کے ذریعے سے مجہولات کو منضبط کیا جاتا ہے اور اس میں وہ حقائق بھی داخل ہیں جن کے ذریعے سے مخلوقات میں فرق کیا جاتا ہے اور ان کے ذریعے سے ان کے درمیان عدل قائم کیا جاتا ہے۔ اس لیے فرمایا: ﴿ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے میزان نازل فرمائی تاکہ تم حقوق اور دیگر معاملات میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ اگر معاملہ تمھاری عقل اور آراء کی طرف لوٹتا تو ایسا خلل واقع ہوتا جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور آسمان، زمین اور ان کے رہنے والے فساد کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ﴿ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ ﴾ ”اور تم وزن انصاف سے کرو۔“ یعنی جہاں تک تمھاری قدرت، طاقت اور تمھارے امکان میں ہے، وزن کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو۔ ﴿ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴾ یعنی اسے کم نہ کرو کہ اس کی ضد پر عمل کرنے لگو، اس سے

مراد ظلم وجور اور سرکشی ہے۔

﴿ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس کی کثافتوں، اس کے استقرار اور اس کے اوصاف واحوال سمیت بنایا۔ ﴿ لِلْاَنَامِ ﴾ مخلوق کے لیے تاکہ وہ زمین کو ٹھکانا بنائے، زمین ان کے لیے ہموار فرش کا کام دے، یہ اس پر عمارتیں تعمیر کریں، زمین پر کھیتی باڑی کریں، باغات لگائیں، کنویں کھودیں، اس کے راستوں پر چلیں، اس کی معدنیات اور ان تمام چیزوں سے فائدہ اٹھائیں جن کی انھیں حاجت اور ضرورت ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خوراک کی ضروری اشیاء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فِيهَا فَاكِهَةٌ ﴾ ''اس میں لذیذ پھل ہیں۔'' اس سے مراد وہ تمام درخت ہیں جو پھل پیدا کرتے ہیں جنھیں بندے مزے سے کھاتے ہیں، مثلاً: انگور، انجیر، انار اور سیب وغیرہ۔ ﴿ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴾ ''اور کھجور کے درخت ہیں جن کے شگوفے غلافوں میں لپٹے ہوتے ہیں۔'' یعنی غلاف والی کھجوریں جو گچھے سے پھوٹتی ہیں جو تھوڑی تھوڑی کر کے نکلتی ہیں یہاں تک کہ مکمل ہو جاتی ہیں، تب وہ خوراک بن جاتی ہیں جس کو کھایا جاتا ہے، اس کو ذخیرہ کیا جاتا ہے، مقیم اور مسافر اس کو توشہ بناتے ہیں۔ کھجور بہترین پھلوں میں سے نہایت لذیذ پھل ہے۔ ﴿ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ ﴾ ''اور بھوسے والے دانے (اناج)۔'' یعنی نال دار اناج جسے گاہا جاتا ہے، پھر مویشیوں وغیرہ کے لیے اس کے بھوسے سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ اس میں گیہوں، جو، مکئی، چاول اور چنا وغیرہ داخل ہیں ﴿ وَالرَّيْحَانُ ﴾ ''اور خوشبودار پھول ہیں۔'' اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے رزق کی تمام اقسام مراد ہوں جس کو آدمی کھاتے ہیں۔ تب یہ خاص پر عطف عام کے باب میں شمار ہوگا اور اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عمومی اور خصوصی خوراک اور رزق سے نوازا ہے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد معروف ریحان ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف انواع کی خوش کن اور فاخرہ خوشبوؤں کو زمین میں سے مہیا کر کے، ان سے اپنے بندوں کو نوازا ہے جو روح کو مسرت عطا کرتی ہیں اور ان سے نفوس میں انشراح پیدا ہوتا ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت سی نعمتوں کا ذکر فرمایا جن کا آنکھوں اور بصیرت کے ذریعے سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور خطاب دونوں گروہوں، یعنی جنات اور انسانوں کے لیے ہے، اس لیے اپنی نعمتوں کو متحقق کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ یعنی (اے جن وانس!) پھر تم اللہ تعالیٰ کی کون کون سی دینی اور دنیاوی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت کریمہ جنات کے سامنے تلاوت فرمائی تو ان کا کیا ہی خوبصورت جواب تھا۔ جب بھی آپ: ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ پڑھتے تو وہ جواب میں کہتے: لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِّعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ ''اے ہمارے رب! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے، چنانچہ تو ہی ہر قسم کی حمد وثنا کا مستحق ہے۔''① اسی طرح بندۂ مومن کو چاہیے کہ جب اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس

---

① جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الرحمٰن، حديث: ٣٢٩١.

کے احسانات کی آیات تلاوت کی جائیں تو وہ ان کا اقرار کرے، ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اس کی حمد و ثنا بیان کرے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿١٤﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿١٥﴾

اس نے پیدا کیا انسان کو کھنکھناتی مٹی سے جیسے ٹھیکری ○ اور اس نے پیدا کیا جن کو شعلۂ آتش سے ○

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٦﴾

پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر نعمت ہے کہ اس نے انھیں اپنی قدرت اور کاریگری کے آثار دکھائے کہ ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾ انسان کے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کو گیلی مٹی سے پیدا کیا، جس کے نم کو مہارت کے ساتھ محکم کیا گیا تھا یہاں تک کہ وہ خشک ہو گئی اور اس میں آگ پر پکائے گئے ٹھیکرے کی آواز کے مانند کھنکھنانے کی آواز پیدا ہو گئی۔ ﴿وَخَلَقَ الْجَآنَّ﴾ اور جنات کے باپ ابلیس لعین کو پیدا کیا ﴿مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ﴾ آگ کے صاف شعلے سے یا اس سے مراد وہ شعلہ ہے جس کے ساتھ دھواں ملا ہوا ہو۔ یہ آیت کریمہ انسان کے عنصر کے شرف پر دلالت کرتی ہے جسے گارے اور مٹی سے پیدا کیا گیا ہے جو وقار، ثقل اور منافع کا محل ہے، بخلاف جنات کے عنصر، یعنی آگ کے جو خفت، طیش، شر اور فساد کا محل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کی تخلیق اور ان کا مادۂ تخلیق بیان فرمایا، یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا احسان تھا، تو ارشاد فرمایا: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''(اے جن و انس!) پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ ﴿١٧﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٨﴾

(وہی) رب ہے دونوں مشرقوں کا اور رب ہے دونوں مغربوں کا ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یعنی اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کا رب ہے جس پر سورج، چاند اور روشن ستارے طلوع اور غروب ہوتے ہیں اور وہ سب کچھ جس کے اندر چاند سورج ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کے دست تدبیر کے تحت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں مشرق اور مغرب کو سورج کے گرمیوں اور سردیوں کے مقامات طلوع و غروب کے مختلف ہونے کے اعتبار سے تثنیہ ذکر کیا ہے۔ واللہ أعلم.

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ﴿١٩﴾ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ﴿٢٠﴾

اس (رحمٰن) نے جاری کیے دو سمندر جو باہم ملتے ہیں ○ ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے، نہیں تجاوز کرتے وہ دونوں ○

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢١﴾ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾

پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم جھٹلاؤ گے؟ ○ نکلتے ہیں ان دونوں (سمندروں) سے موتی اور مونگے ○

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾

پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی' تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یہاں بحرین سے مراد ہے: میٹھے پانی کا سمندر اور نمکین پانی کا سمندر ہے جو آپس میں مل جاتے ہیں۔ (دریا کا) میٹھا پانی نمکین سمندر میں گرتا ہے، پھر دونوں قسم کے پانی ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان زمین کو ایک رکاوٹ بنا رکھا ہے' ایک پانی دوسرے پانی پر سرکشی نہیں کرتا اور یوں دونوں پانیوں کی منفعت حاصل ہوتی ہے۔ لوگ میٹھے پانی کو خود پیتے ہیں اور اس سے اپنے باغات اور کھیتی باڑی کو سیراب کرتے ہیں' کھاری پانی فضا کو پاک صاف کرتا ہے' اس میں وہیل' مچھلیاں' موتی اور گھونگے پیدا ہوتے ہیں اور یہ کشتیوں اور دیگر بحری سواریوں کے لیے مستقر اور مسخر ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾

اور اسی کی ہیں (کشتیاں) چلنے والی' جو بلند کی ہوئی ہیں سمندر میں پہاڑوں کے مانند ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی' تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے سمندروں میں چلنے والی کشتیوں کو مسخر کیا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندر کے سینے کو چیرتی چلی جاتی ہیں جن کو آدمیوں نے بنایا ہے جو اپنی عظمت کی وجہ سے بڑے بڑے پہاڑوں کے مانند دکھائی دیتی ہیں۔ لوگ ان کشتیوں پر سواری کرتے ہیں اور ان پر اپنا سامان' مال تجارت اور دیگر اشیاء لادتے ہیں جن کی وہ ضرورت اور حاجت محسوس کرتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی حفاظت کرنے والی ہستی ان کشتیوں کی حفاظت کرتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی جلیل القدر نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''(اے جن وانس!) پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾

سب (کے سب) جو اس (زمین) پر ہیں فنا ہو جانے والے ہیں ○ اور باقی رہے گا چہرہ آپ کے رب صاحب جلال واکرام کا ○

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾

پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی' تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یعنی زمین کی ہر چیز انسان' جنات' جانور اور تمام مخلوقات فنا اور ہلاک ہو جائیں گے اور وہ زندہ ہستی باقی رہ جائے گی جو کبھی نہیں مرے گی ﴿ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾ جو عظمت اور کبریائی کی مالک ہے جو مجد اور بزرگی کی مالک ہے جس کی بنا پر اس کی تعظیم اور عزت کی جاتی ہے اور اس کے جلال کے سامنے سر تسلیم خم کیا جاتا ہے **اَلْاِكْرَام** سے مراد بے پایاں فضل اور جود ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء وخواص کو مختلف انواع کے اکرام کے ذریعے سے تکریم بخشتا ہے جس کی بنا پر اس کے اولیاء وخواص اس کی تکریم کرتے' اس کے جلال کا اقرار کرتے

ہیں، اس کی تعظیم کرتے ہیں، اس سے محبت کرتے ہیں، اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ”پھر (اے جن و انس!) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۚ (٢٩)

اسی سے مانگتا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے۔ ہر روز (وقت) وہ ایک (نئی) شان میں ہے ○

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (٣٠)

پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یعنی اللہ تعالیٰ بذاتہ تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے وہ بے پایاں جود و کرم کا مالک ہے۔ تمام مخلوق اس کی محتاج ہے، وہ اس سے اپنی تمام حوائج کے متعلق اپنے حال و قال کے ذریعے سے سوال کرتے ہیں۔ وہ لمحہ بھر بلکہ اس سے بھی کم وقت کے لیے اس سے بے نیاز نہیں رہ سکتے اور اللہ تعالیٰ ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ﴾ ”ہر روز (ہر وقت) ایک (نئی) شان میں ہوتا ہے۔“ یعنی وہ محتاج کو غنی کرتا ہے، ٹوٹے ہوئے کو جوڑتا ہے، کسی قوم کو عطا کرتا ہے، کسی کو محروم کرتا ہے، وہ موت دیتا اور زندگی عطا کرتا ہے، وہی کسی کو جھکاتا اور کسی کو بلند کرتا ہے۔ کوئی کام اسے کسی دوسرے کام سے غافل نہیں کرتا، مسائل اسے کسی غلطی میں مبتلا نہیں کر سکتے، مانگنے والوں کا اصرار کے ساتھ مانگنا اور سوال کرنے والوں کا لمبا چوڑا سوال اسے زچ نہیں کر سکتا۔

پاک ہے وہ ذات جو فضل و کرم کی مالک اور بے حد و حساب عطا کرنے والی ہے جس کی نوازشیں زمین اور آسمان والوں، سب کے لیے عام ہیں۔ اس کا لطف و کرم ہر آن اور ہر لحظہ تمام مخلوق پر سایہ فگن ہے۔ نہایت بلند ہے وہ ہستی جس کو گناہ گاروں کا گناہ اور اس سے اور اس کے کرم سے ناواقف فقرا کا استغنا، عطا کرنے سے روک نہیں سکتا۔ یہ تمام معاملات جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ہر روز کام میں ہوتا ہے، وہ تقادیر اور تدابیر ہیں جن کو اس نے ازل میں مقدر کر دیا تھا، اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو ان اوقات میں جن کا تقاضا اس کی حکمت کرتی ہے، نافذ کرتا رہتا ہے، یہ اس کے احکام دینی ہیں جو اوامر و نواہی پر مشتمل ہیں اور یہ اس کے احکام کونی و قدری ہیں جن کو وہ اپنے بندوں پر اس وقت تک جاری کرتا رہے گا جب تک کہ ان کا قیام اس دنیا میں ہے۔

جب یہ مخلوقات تمام ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ سب کو فنا کر دے گا اور وہ چاہے گا کہ ان پر اپنے احکام جزائی نافذ کرے انھیں اپنے عدل و فضل اور بے پایاں احسانات کا مشاہدہ کرائے جن کے ذریعے سے وہ اسے پہچانتے ہیں، اس کی توحید بیان کرتے ہیں، وہ مکلفین کو امتحان و ابتلا کے گھر سے ہمیشہ کی زندگی والے گھر میں منتقل کرے گا، تب وہ ان احکام کو نافذ کرنے کے لیے فارغ ہو گا جن کی تنفیذ کا وقت آ پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا درج ذیل ارشاد اسی بات پر دلالت کرتا ہے:

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾

عنقریب ہم فارغ ہوں گے تمہارے لیے اے جن وانس! ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یعنی ہم تمھارے حساب کتاب اور تم نے جو اعمال دنیا میں کیے ہیں ان کی جزا و سزا دینے کے لیے فارغ ہوں گے۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ

اے گروہ جن و انس! اگر طاقت رکھتے ہو تم یہ کہ نکل جاؤ تم کناروں سے آسمانوں

وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾

اور زمین کے تو نکل جاؤ نہیں نکل سکتے تم مگر غلبے ہی سے ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے روز جمع کرے گا تو انھیں ان کی کمزوری و بے بسی اور اپنی کامل طاقت، اپنی مشیت اور قدرت کی تنفیذ سے آگاہ کرے گا اور ان کی بے بسی کو ظاہر کرتے ہوئے فرمائے گا: ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ یعنی اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! اگر تمھیں کوئی راستہ اور کوئی سوراخ ملتا ہے جہاں سے تم اللہ تعالیٰ کی بادشاہی اور اس کی سلطنت سے نکل بھاگو ﴿فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ﴾ تو تم نکل بھاگو لیکن تم قوت، طاقت اور کامل قدرت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی سلطنت سے باہر نہیں نکل سکتے۔ یہ قوت انھیں کہاں سے حاصل ہو، حالانکہ وہ خود اپنے آپ کو کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتے ہیں نہ زندگی اور موت کا اور نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہیں۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص کلام نہیں کر سکے گا اور مدھم سی آوازوں کے سوا تم کچھ نہیں سن سکو گے، اس مقام پر بادشاہ اور غلام، سردار اور رعایا، غنی اور محتاج سب برابر ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا ذکر فرمایا جو اس دن ان کے لیے تیار کی گئی ہوں گی، چنانچہ فرمایا:

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾

چھوڑا جائے گا تم پر دونوں شعلۂ آتش اور دھواں پس نہیں بچ سکو گے تم دونوں (عذاب سے) ○

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾

پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یعنی تم پر آگ کے صاف شعلے چھوڑے جائیں گے ﴿وَّنُحَاسٌ﴾ ''اور دھواں۔'' اور یہ ایسے شعلے ہوں گے کہ ان میں دھواں ملا ہوا ہوگا۔ معنی یہ ہے کہ یہ دونوں قبیح چیزیں تم پر چھوڑی جائیں گی جو تمھیں گھیر لیں گی، پس تم خود مدد کر سکو گے نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور تمھاری مدد کر سکے گا۔ چونکہ اپنے بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی تخویف، اس کی طرف سے ان کے لیے ایک نعمت اور ایک کوڑا ہے جو انھیں بلند ترین مقاصد اور بہترین مواہب کے حصول

کے لیے رواں دواں رکھتا ہے۔ اس لیے اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''پھر (اے جن وانس!) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾

پس جب پھٹ جائے گا آسمان تو ہو جائے گا وہ سرخ جیسے سرخ چمڑا ○

﴿فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ﴾ یعنی جب قیامت کے روز ہولناکیوں، شدت غم اور خوف کی وجہ سے آسمان پھٹ جائے گا، سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے اور ستارے بکھر جائیں گے ﴿فَكَانَتْ﴾ ''تو وہ ہو جائے گا۔'' شدت خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے ﴿وَرْدَةً كَالدِّهَانِ﴾ ''سرخ چمڑے کی طرح سرخی مائل۔'' یعنی تانبے اور پگھلے ہوئے سیسے وغیرہ کی طرح ہو جائے گا۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾

پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی، تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ پس اس دن نہ پوچھا جائیگا اپنے گناہ کی بابت کوئی انسان اور نہ کوئی جن ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی، تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یعنی جو کچھ ان کے ساتھ واقع ہوا، اس کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے ان سے سوال نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ غائب اور شاہد، ماضی اور مستقبل، ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ بندوں کے احوال کے بارے میں اپنے علم کے مطابق ان کو جزا دے۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روز اہل خیر اور اہل شر کی کچھ علامات مقرر کر رکھی ہیں جن کے ذریعے سے وہ پہچانے جائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ﴾ (آل عمران: ۱۰۶/۳) ''اس روز کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ۔'' اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾

پہچان لیے جائیں گے مجرم اپنے چہرے کی علامت ہی سے پس پکڑے جائیں گے وہ پیشانی کے بالوں اور قدموں سے ○

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾

تو (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی، تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یعنی مجرموں کو ان کی پیشانیوں کے بالوں اور ان کے پاؤں سے پکڑ کر جہنم کے اندر پھینک دیا جائے گا اور جہنم کی طرف انھیں گھسیٹ کر لے جایا جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے محض زجر و توبیخ اور جو کچھ ان کے ساتھ واقع ہوا، اس کے تحقق کے لیے سوال کرے گا، حالانکہ ان کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کے بارے میں وہ ان سے بہتر جانتا

ہے، مگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مخلوق پر اس کی حجت بالغہ اور حکمت جلیلہ ظاہر ہو جائے۔

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ (٤٣) يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ

(انہیں کہا جائیگا:) یہی ہے جہنم وہ جو جھٹلاتے تھے اس کو مجرم لوگ ○ وہ چکر لگائیں گے درمیان اس (جہنم) کے اور درمیان سخت گرم کھولتے

وقف لازم

اٰنٍ (٤٤) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (٤٥)

ع ۱۴

پانی کے ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

جنھوں نے وعد و وعید کو جھٹلایا، جب ان پر جہنم کی آگ بھڑکے گی تو ان سے کہا جائے گا: ﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ”یہی وہ جہنم ہے جسے گناہ گار جھٹلاتے تھے۔“ پس ان کی تکذیب ان کو رسوا کرے گی اور اب وہ اس کے عذاب، اس کی سزا، اس کی بھڑکتی ہوئی آگ اور اس کی بیڑیوں کا مزا چکھیں، یہ ان کے لیے ان کی تکذیب کی جزا ہے۔ ﴿يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا﴾ ”وہ جہنم کے درمیان گھومیں گے۔“ یعنی جہنم اور اس کے شعلوں کے طبقوں میں گھومتے پھریں گے۔ ﴿وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ﴾ اور وہ سخت کھولتے ہوئے پانی کے درمیان بھی گھومیں گے، جس کی حرارت انتہا کو پہنچی ہوئی ہوگی اور زمہریر جس کی ٹھنڈک بہت شدید ہوگی۔ ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ”پھر (اے جن و انس!) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“

جب اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ وہ مجرموں کے ساتھ کیا سلوک کرے گا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تقویٰ شعار لوگوں کی جزا کا بھی ذکر فرمایا:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (٤٦) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (٤٧) ذَوَاتَآ

اور اس کیلئے جو ڈر گیا کھڑے ہونے سے اپنے رب کے سامنے دو باغ ہیں ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ دونوں

اَفْنَانٍ (٤٨) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (٤٩) فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ (٥٠) فَبِاَيِّ

خوب شاخوں والے ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ ان دونوں میں دو چشمے جاری ہونگے ○ پس (کون) کونسی

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (٥١) فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ (٥٢) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ ان دونوں (جنتوں) میں ہر پھل کی دو (دو) قسمیں ہوں گی ○ پس (کون) کونسی نعمتوں کو

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (٥٣) مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ

اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ تکیہ لگائے ہوئے ایسے فرشوں پر جنکے استر دبیز ریشم کے ہونگے اور پھل ان دونوں باغوں کے

دَانٍ (٥٤) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (٥٥) فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ

قریب ہی ہونگے ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ ان میں (حوریں) ہونگی جھکی نظروں والی نہیں ہاتھ لگایا انہیں

اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ٥٦ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ٥٧ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ

کسی انسان نے ان سے پہلے اور نہ کسی جن نے ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ گویا کہ وہ ہیرے

وَالْمَرْجَانُ ٥٨ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ٥٩ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا

اور موتی ہیں ○ تو (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی' تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ نہیں جزا احسان کی مگر

الْاِحْسَانُ ٦٠ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ٦١ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ٦٢ فَبِاَيِّ

احسان ہی ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی' تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ اور ان دونوں سے کم درجہ دو باغ (اور) ہیں ○ پس (کون) کونسی

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ٦٣ مُدْهَآمَّتٰنِ ٦٤ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ٦٥

نعمتوں کو اپنے رب کی' تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ گہرے سبز سیاہی مائل ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی' تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یعنی اس شخص کے لیے جو اپنے رب اور اس کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا' اس نے نواہی کو ترک کر دیا اور جس کام کا اسے حکم دیا گیا اس کی تعمیل کی' دو جنتیں ہیں جن کے برتن' زیورات' عمارتیں اور ان میں موجود تمام چیزیں سونے کی ہوں گی۔ ایک جنت ان کو اس امر کی جزا کے طور پر عطا کی جائے گی کہ انھوں نے منہیات کو ترک کیا اور دوسری جنت نیکیوں کی جزا ہوگی۔ ان دونوں جنتوں کا ایک وصف یہ ہے کہ ﴿ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ﴾ ''ان دونوں میں بہت سی شاخیں ہیں۔'' ① یعنی ان جنتوں میں انواع واقسام کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہوں گی جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی کے خیال میں آئی ہیں۔ ان جنتوں میں بے شمار خوبصورت درخت ہوں گے جن کی نرم ونازک ڈالیوں پر بے شمار پکے ہوئے لذیذ پھل ہوں گے۔

ان جنتوں کے اندر ﴿عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ﴾ ''دو چشمے بہہ رہے ہوں گے۔'' وہ ان چشموں سے جہاں چاہیں گے اور ارادہ کریں گے نہریں نکال کر لے جائیں گے۔ ﴿فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ﴾ ان میں پھلوں کی تمام اصناف میں سے ﴿زَوْجٰنِ﴾ دو دو انواع ہوں گی' ہر ایک کی اپنی اپنی لذت اور اپنا اپنا رنگ ہوگا جو دوسری نوع میں نہ ہوگا۔ ﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ﴾ ''وہ ایسی مسندوں پر تکیے لگائے (بیٹھے) ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے۔'' یہ اہل جنت کے بچھونوں اور ان بچھونوں پر ان کے بیٹھنے کا وصف ہے' نیز یہ کہ وہ تکیے لے کر ان بچھونوں پر بیٹھیں گے' یعنی ان کا بیٹھنا تمکنت' قرار اور راحت کا بیٹھنا ہوگا' جیسے بادشاہ تختوں پر بیٹھتے ہیں ان بچھونوں کا وصف اور حسن اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا حتی کہ ان کے نیچے والے حصے جو زمین کے ساتھ لگے ہوئے ہوتے ہیں' استبرق کے ہوں گے جو ریشم کی خوبصورت ترین اور اعلیٰ ترین قسم ہے تب ان بچھونوں کے ظاہری حصے جن پر بیٹھا جاتا ہے ان کی خوبصورتی کیسی ہوگی؟

---

① ﴿اَفْنَانٍ﴾ فَنَن کی جمع ہے بمعنی شاخ وٹہنی یا فَنّ کی جمع ہے بمعنی نعمتیں۔

﴿ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴾ ’’اوران دونوں جنتوں کے پھل قریب ہی ہوں گے۔‘‘ اَلْجَنٰی سے مراد ہے پوری طرح پکا ہوا پھل، یعنی ان دو جنتوں کے پھل، تناول کے لیے بہت قریب ہوں گے، کھڑا ہوا، بیٹھا ہوا حتی کہ لیٹا ہوا شخص اسے آسانی سے حاصل کر سکے گا۔ ﴿ فِيهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ﴾ ’’ان میں نیچی نگاہوں والی (حوریں) ہوں گی۔‘‘ یعنی ان کی نگاہیں، اپنے حسن و جمال اور اپنے شوہروں کے ساتھ کامل محبت کی بنا پر صرف انھی پر لگی ہوئی ہوں گی، اسی طرح ان کے شوہروں کی نگاہیں بھی ان کے حسن و جمال، ان کے وصل کی لذت اور ان کے ساتھ شدید محبت کی بنا پر صرف انھی پر جمی ہوئی ہوں گی۔ ﴿ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴾ یعنی ان سے پہلے انھیں جن وانس میں سے کسی نے حاصل نہ کیا ہوگا۔ بلکہ شوہر کی پیاری دوشیزائیں ہوں گی جو حسن اطاعت، حسن و جمال اور ناز وادا کی وجہ سے اپنے شوہروں کو بہت محبوب ہوں گی۔ ﴿ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ ﴾ ’’گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔‘‘ یہ ان کی صفائی ان کے حسن و جمال اور ان کی خوبصورتی کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

﴿ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴾ ’’احسان کی جزا احسان ہی ہے۔‘‘ یعنی کیا اس شخص کی جزا جس نے بہترین طریقے سے اپنے رب کی عبادت کی اور اس کے بندوں کو فائدہ پہنچایا، اس کے سوا کچھ اور ہو سکتی ہے کہ ثواب جزیل، فوز کبیر، نعمتیں، اور تکدر سے سلامت زندگی عطا کر کے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے؟ پس یہ دو بلند مرتبہ جنتیں مقربین کے لیے ہیں۔ ﴿ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴾ ’’اور ان دو کے علاوہ دو اور جنتیں ہیں۔‘‘ یہ جنتیں چاندی سے تعمیر کی گئی ہوں گی، ان کے برتن، زیورات اور ان کے اندر موجود دیگر چیزیں چاندی سے بنی ہوں گی اور یہ سب کچھ اصحاب یمین کے لیے ہوگا۔ یہ جنتیں ﴿ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴾ گہری سبز ہونے اور اپنی سیرابی کی وجہ سے سیاہ نظر آئیں گی۔

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ (66) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (67) فِيْهِمَا

ان دونوں میں دو چشمے ہیں جوش مارتے ہوئے ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی، تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ ان دونوں میں

فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ (68) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (69) فِيْهِنَّ

پھل ہوں گے اور کھجوریں اور انار بھی ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی، تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ ان میں

خَيْرٰتٌ حِسَانٌ (70) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (71)

خوب سیرت خوب صورت (عورتیں) ہیں ○ تو (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی، تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

﴿ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴾ ’’ان میں دو ابلنے والے چشمے ہیں۔‘‘ یعنی فوارے۔ ﴿ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ﴾ ان جنتوں میں تمام اقسام کے پھل ہوں گے، خاص طور پر کھجور اور انار جن کے اندر بے شمار فوائد ہیں۔ ﴿ فِيْهِنَّ ﴾ یعنی جنت کے ان تمام باغات میں ﴿ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴾ بہترین اخلاق اور خوبصورت

چہروں والی عورتیں ہوں گی، پس وہ ظاہری اور باطنی جمال، حسن خلقت اور حسن اخلاق کی جامع ہوں گی۔

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾

حوریں محفوظ ہوں گی، خیموں میں ○ پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی، تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

یعنی وہ حوریں موتیوں کے خیموں میں مستور ہوں گی جنھوں نے اپنے آپ کو اپنے شوہروں کے لیے تیار کر رکھا ہوگا۔ ان کا خیموں میں مستور ہونا ان کے جنت کے باغات میں نکلنے کے منافی نہیں، جیسا کہ باپردہ شہزادیوں کی عادت ہے۔

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾

نہیں ہاتھ لگایا انہیں کسی انسان نے ان سے پہلے اور نہ کسی جن نے ○ تو (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی، تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○ تکیہ لگائے ہوئے قالینوں پر جو سبز اور نادر نہایت نفیس ہوں گے ○

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾

پس (کون) کون سی نعمتوں کو اپنے رب کی، تم دونوں جھٹلاؤ گے؟ ○

ان دونوں جنتوں کے اصحاب کا تکیہ سبز ریشم پر لگا ہوا ہوگا، یہ وہ بچھونے ہیں جو بیٹھنے کی بلند جگہوں کے نیچے ہوں گے جو ان بیٹھنے کی جگہوں سے زائد ہوں گے، ان کے بیٹھنے کی جگہ کے پیچھے، اس کی خوبصورتی اور خوبصورت منظر میں اضافے کے لیے پردے لٹک رہے ہوں گے۔ ﴿وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ﴾ اَلْعَبْقَرِي ہر اس بُنے ہوئے کپڑے وغیرہ کو کہتے ہیں جسے نہایت خوبصورت طریقے سے بنایا گیا ہو، بنابریں ایک ایسے حسن کے ذریعے سے اس کا وصف بیان کیا گیا ہے جو حسن صنعت اور حسن منظر اور ملائمت لمس کو شامل ہے۔ یہ دونوں جنتیں ان پہلی جنتوں سے کم تر ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے منصوص فرمایا ہے: ﴿وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ﴾ (الرحمن: ٦٢/٥٥) ”اور ان سے کم تر درجے کی دو جنتیں ہوں گی۔“ اور پہلی دو جنتوں کو متعدد اوصاف سے موصوف کیا ہے اور دوسری جنتوں کو ان اوصاف سے موصوف نہیں کیا۔ پہلی دو جنتوں کے بارے میں فرمایا: ﴿فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ﴾ (الرحمن: ٥٠/٥٥) ”ان میں دو چشمے جاری ہیں۔“ اور آخری دو جنتوں کے بارے میں فرمایا: ﴿فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ﴾ (الرحمن: ٦٦/٥٥) ”ان میں دو چشمے ابل رہے ہیں۔“ اور یہ ایک معلوم امر ہے کہ جاری چشموں اور ابلنے والے چشموں کے درمیان فرق ہے۔ پہلی جنتوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ﴾ (الرحمن: ٤٨/٥٥) ”دونوں جنتیں شاخوں والی ہیں۔“ اور آخر الذکر جنتوں کے بارے میں یہ الفاظ ارشاد نہیں فرمائے۔ اول الذکر جنتوں کے بارے میں فرمایا: ﴿فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ﴾ (الرحمن: ٥٢/٥٥) ”ان جنتوں میں ہر قسم کے پھلوں کی دو دو قسمیں ہوں گی۔“ اور آخر الذکر

کے بارے میں فرمایا: ﴿ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ﴾ (الرحمن: ٥٥/٦٨) ان دونوں میں پھل، کھجور اور انار ہوں گے۔'' ان دونوں بیان کردہ اوصاف کے درمیان جو تفاوت ہے وہ معلوم ہے۔

اول الذکر جنتوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴾ (الرحمن: ٥٥/٥٤) ''جنتی ایسی مسندوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور ان دونوں جنتوں کے پھل بالکل قریب ہی ہوں گے۔'' اور آخر الذکر کے بارے میں یہ الفاظ ذکر نہیں کیے بلکہ فرمایا: ﴿ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴾ ''(ان جنتوں میں) سبز قالینوں اور عمدہ بچھونوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔'' اول الذکر جنتوں کی عورتوں کے اوصاف کے بارے میں فرمایا: ﴿ فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ﴾ (الرحمن: ٥٥/٥٦) ''وہاں نیچی نگاہ والی (حوریں) ہیں جنھیں ان سے پہلے کسی جن وانس نے ہاتھ نہیں لگایا۔'' اور آخر الذکر کے بارے میں فرمایا: ﴿ حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ﴾ (الرحمن: ٥٥/٧٢) ''حوریں جو خیموں میں محفوظ ہوں گی۔'' ان دونوں کے درمیان جو تفاوت ہے وہ بھی معلوم ہے۔

اول الذکر جنتوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ﴾ (الرحمن: ٥٥/٦٠) ''احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہے؟'' یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ یہ جنتیں محسنین کی جزا ہیں۔ آخر الذکر جنتوں کے بارے میں یہ نہیں کہا، نیز اول الذکر جنتوں کی مجرد تقدیم ہی ان کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر اول الذکر جنتوں کی آخر الذکر جنتوں پر فضیلت کی معرفت حاصل ہوتی ہے، نیز معلوم ہوتا ہے کہ اول الذکر جنتیں مقربین، یعنی انبیاء، صدیقین اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں سے خواص کے لیے تیار کی گئی ہیں اور آخر الذکر جنتیں تمام اہل ایمان کے لیے تیار کی گئی ہیں۔

ان مذکورہ تمام جنتوں میں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی ان کا تصور آیا ہے۔ ان جنتوں میں ایسی نعمتیں ہوں گی جن کی نفس خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔ ان جنتوں کے رہنے والے انتہائی راحت، رضا، طمانینت اور بہترین مقام میں رہیں گے حتیٰ کہ ہر شخص دوسرے کو اس سے بہتر حال اور ان نعمتوں سے اعلیٰ نعمتوں میں نہیں سمجھے گا جن میں وہ خود ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بے پایاں فضل واحسان کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

بابرکت ہے نام آپ کے رب صاحب جلال واکرام کا○

یعنی اس کی بھلائی بہت بڑی اور بہت زیادہ ہے وہ بہت بڑے جلال، کامل بزرگی اور اپنے اولیاء کے لیے

اکرام وتکریم کا مالک ہے۔

تفسیر سورۃ الواقعۃ

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ (۵۶) مَكِّيَّةٌ (۴۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۹۶ رُكُوْعَاتُهَا ۳

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (۱) لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ (۲) خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ (۳) إِذَا

جب واقع ہوگی واقع ہونے والی (قیامت) ○ نہیں ہوگا اسکے واقع ہونے کے وقت کوئی بھی جھٹلانے والا ○ پست کرنے والی بلند کرنیوالی ○ جب

وقف لازم

رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا (۴) وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا (۵) فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا (۶)

ہلائی جائیگی زمین (سخت) ہلایا جانا ○ اور ریزہ ریزہ کردیے جائینگے پہاڑ ریزہ ریزہ کردیا جانا ○ پس ہوجائینگے وہ ذرات بکھرے ہوئے ○

وَّكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلٰثَةً (۷) فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَا أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ (۸)

اور ہو جاؤ گے تم قسمیں تین ○ سو دائیں (ہاتھ) والے کیا (خوب) ہیں دائیں (ہاتھ) والے ؟ ○

وَأَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَا أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ (۹) وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ (۱۰)

اور بائیں (ہاتھ) والے کیا (حقیر) ہیں بائیں (ہاتھ) والے؟ ○ اور سبقت لینے والے تو سبقت ہی لینے والے ہیں ○

أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (۱۱) فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (۱۲)

یہی لوگ مقرب ہیں ○ نعمت والے باغات میں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اس واقعہ کے حال کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جس کا واقع ہونا لازمی ہے، اس واقعہ سے مراد قیامت ہے ﴿لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ﴾ ”اس کے واقع ہونے کے وقت کوئی بھی جھٹلانے والا نہ ہوگا۔“ یعنی اس میں شک نہیں کیونکہ بکثرت عقلی وسمعی دلائل اس کی تائید کرتے ہیں اور حکمت الٰہی اس پر دلالت کرتی ہے۔

﴿خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ﴾ ”وہ پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہوگی۔“ یعنی یہ واقعہ کچھ لوگوں کو اسفل السافلین کی پستیوں تک گرانے والا ہے اور کچھ کو اعلیٰ علیین کی بلندیوں پر پہنچائے گا یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کی آواز دھیمی ہوگی کہ قریب کے لوگوں ہی کو سنائی دے گی اور اس کی آواز اتنی بلند ہوگی کہ دور دور تک سنائی دے گی۔

﴿إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا﴾ یعنی جب زمین کو حرکت دی جائے گی اور وہ لرزنے لگے گی۔ ﴿وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا﴾ اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ ﴿فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا﴾ ”پھر وہ مثل پراگندہ غبار کے ہوجائیں گے۔“ زمین کی حالت یہ ہو جائے گی کہ اس پر کوئی پہاڑ رہے گا نہ کوئی اونچی جگہ، بس ہموار اور چٹیل میدان ہوگا اور اس میں کوئی نشیب وفراز نظر نہیں آئے گا۔

﴿وَّكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلٰثَةً﴾ ”اور (اے مخلوقات!) تم تین جماعتیں ہو جاؤ گے۔“ یعنی تم اپنے اچھے برے

اعمال کے مطابق تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تین گروہوں کے احوال کی تفصیل بیان فرمائی ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ﴾ ''پس دائیں (ہاتھ) والے' کیا (خوب) ہیں دائیں (ہاتھ) والے!'' یہ آیت ان کی شان کی عظمت اور ان کے احوال کی برتری کو ظاہر کرتی ہے۔

﴿وَ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ﴾ ''اور بائیں (ہاتھ) والے'' یعنی بائیں جانب کا گروہ ﴿مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ﴾ ''کیا (حقیر) ہیں بائیں (ہاتھ) والے؟'' یہ آیت کریمہ اس گروہ کے احوال کی ہولناکیوں کو ظاہر کرتی ہے۔

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ ''اور سبقت لے جانے والے تو سبقت لے جانے والے ہی ہیں۔ یہی لوگ مقرب ہیں۔'' یعنی جو دنیا میں نیکیوں کی طرف سبقت کرتے تھے' وہی آخرت میں جنت میں داخل ہونے کے لیے جنت کی طرف سبقت کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جنت کے اندر اعلیٰ علیین میں بلند منازل پر مقربین کے وصف سے موصوف ہوں گے' اس سے بلندتر کوئی منزل نہیں۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ﴿۱۳﴾

بہت بڑی جماعت پہلوں میں سے ○

یہ مذکورہ لوگ ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ﴾ اس امت اور دیگر امتوں کے متقدمین میں سے بہت سے لوگوں کی جماعت ہوگی۔

وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ؕ﴿۱۴﴾

اور تھوڑے سے پچھلوں میں سے ○

یہ آیت کریمہ فی الجملہ اس امت کے اولین کی آخرین پر فضیلت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ آخرین کی نسبت اولین میں مقربین زیادہ ہیں۔

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۙ﴿۱۵﴾

(بیٹھے ہوں گے) تختوں پر زر و جواہر سے جڑے ہوئے ○

اور مقربین اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے خاص لوگ ہیں جو ﴿عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ﴾ ''سونے کے تاروں سے بُنی ہوئی چارپائیوں پر ہونگے۔'' جو سونے' چاندی' موتیوں' جواہرات اور دیگر زیورات اور سامان آرائش سے آراستہ ہوں گی۔ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿۱۶﴾

تکیہ لگائے ہوئے ان پر آمنے سامنے ○

﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا﴾ یعنی وہ ان تختوں پر نہایت تمکنت‘ اطمینان‘ راحت اور سکون کے ساتھ بیٹھیں گے ﴿مُتَقٰبِلِيْنَ﴾ ’’آمنے سامنے۔‘‘ ان کے دلوں کی صفائی‘ حسن ادب اور باہمی محبت کی بنا پر‘ ان میں سے ہر ایک کا چہرہ اپنے ساتھی کی طرف ہوگا۔

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ (۱۷) بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِيْقَ ۙ

آتے جاتے ہوں گے ان پر لڑکے سدا لڑکے ہی رہنے والے ○ آبخورے اور آفتابے لیے ہوئے‘

وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ (۱۸)

اور لبریز جام‘ شراب کے جاری چشمے سے ○

﴿يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ﴾ یعنی اہل جنت کی خدمت اور ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کم عمر لڑکے گھوم پھر رہے ہوں گے جو حسن و جمال میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہوں گے۔ ﴿كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ﴾ (الطور: ۲۴/۵۲) ’’گویا کہ وہ چھپا کر رکھے گئے موتی ہیں۔‘‘ ان تک کوئی ایسی چیز نہیں پہنچ سکتی جو ان کو متغیر کر دے۔ وہ ہمیشہ باقی رہنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں‘ وہ بوڑھے ہوں گے نہ بدلیں گے اور نہ ان کی عمر ہی بڑھے گی۔ وہ ان کے مشروبات کے برتن لے کر ان میں گھوم میں پھریں گے۔ ﴿بِاَكْوَابٍ﴾ یعنی ایسے پیالوں کے ساتھ جن کے دستے نہیں ہوتے ﴿وَّ اَبَارِيْقَ﴾ اور ایسی صراحیوں کے ساتھ جن کے دستے ہوتے ہیں ﴿وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ﴾ اور شراب کے چھلکتے جام لیے ہوئے جو پینے میں نہایت لذیذ ہوگی مگر اس میں نشے کی آفت نہیں ہوگی۔

لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ (۱۹)

نہ وہ مبتلائے سر درد ہوں گے اس سے اور نہ (مستی سے) مدہوش ○

﴿لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا﴾ یہ شراب ان کو سر درد میں مبتلا نہیں کرے گی جس طرح دنیا کی شراب پینے والے کو سر درد میں مبتلا کرتی ہے۔ ﴿وَلَا يُنْزِفُوْنَ﴾ یہ شراب پینے سے ان کی عقل زائل ہوگی نہ ہوش و حواس ساتھ چھوڑیں گے جیسا کہ دنیا کی شراب سے ہوتا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جنت کے اندر جو نعمتیں مہیا ہوں گی ان کی جنس دنیا میں موجود ہے‘ البتہ جنت کے اندر کوئی خرابی پیدا کرنے والی چیز نہ ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى﴾ (محمد: ۱۵/۴۷) ’’اس میں (ایسے) پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ (کبھی) تبدیل نہ ہوا ہوگا‘ اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کو لذت دے گی اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے یہاں شراب جنت کا ذکر کیا ہے‘ پھر اس سے ہر خرابی کی نفی کر دی جو دنیا کی شراب میں پائی جاتی ہے۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۙ﴿٢٠﴾

اور پھل (لیے ہوئے) اس قسم سے جو وہ پسند کریں گے ○

یعنی جو لذیذ اور خوش ذائقہ میوے وہ منتخب کریں گے یا ان کی آنکھوں کو بھلے لگیں گے اور ان کے دل ان کو کھانا چاہیں گے وہ کامل ترین اور بہترین صورت میں ان کو حاصل ہوں گے۔

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۭ﴿٢١﴾

اور گوشت پرندوں کا اس قسم سے جو وہ چاہیں گے ○

یعنی پرندوں کی تمام اصناف کا گوشت جو وہ چاہیں گے اور جس قسم کا گوشت وہ چاہیں گے انھیں مہیا ہوگا۔ اگر وہ بھنا ہوا گوشت چاہیں گے تو وہ ملے گا' اگر وہ پکا ہوا گوشت یا اس کے علاوہ کسی اور قسم کا گوشت چاہیں گے تو وہ بھی مہیا ہوگا۔

وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۙ﴿٢٢﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۚ﴿٢٣﴾ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾

اور (ان کیلئے ہوں گی) حوریں فراخ چشم ○ جیسے موتی غلاف میں رکھے ہوئے ○ بدلے میں اس کے جو تھے وہ عمل کرتے ○

یعنی ان کے لیے بڑی بڑی آنکھوں والی گوری چٹی عورتیں ہوں گی۔ اَلْحَوْرَاءُ اس عورت کو کہا جاتا ہے جس کی آنکھیں سرگیں ہوں اور ان میں ملاحت اور حسن و جمال ہو۔ اَلْعِیْن بڑی بڑی حسین آنکھوں والی عورتوں کو کہا جاتا ہے۔ عورت کی آنکھوں کا حسن' اس کے حسن و جمال کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ﴿كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ﴾ گویا کہ وہ تازہ' صاف اور خوبصورت موتی ہوں جو آنکھوں' ہوا اور سورج سے چھپا ہوا ہو' جس کا رنگ بہترین رنگ ہوتا ہے' اس میں کسی بھی لحاظ سے کوئی عیب نہیں ہوتا۔ اسی طرح بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی' جن میں کسی بھی لحاظ سے کوئی عیب نہ ہوگا بلکہ وہ کامل اوصاف اور بہترین صفات کی مالک ہوں گی۔ آپ ان اوصاف میں جتنا بھی غور کریں گے' آپ ایسی چیز پائیں گے جو دل کو خوش کرے گی اور دیکھنے والے کو اچھی لگے گی۔ یہ نعمتیں جو ان کے لیے تیار کی گئی ہیں ﴿جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''ان اعمال کی جزا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' جس طرح ان سے اچھے اعمال صادر ہوئے ہیں' اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو اچھی جزا عطا کرے گا' ان کو فوز عظیم اور بے شمار نعمتوں سے سرفراز کرے گا۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۙ﴿٢٥﴾

نہیں سنیں گے وہ اس میں کوئی لغو اور نہ گناہ کی بات ○

یعنی ان نعمتوں بھری جنتوں میں کوئی ایسی بات نہیں سنیں گے جو لغو ہو جس میں کوئی فائدہ نہ ہو اور نہ کوئی ایسی بات سنیں گے جس کو کہنے والے گناہ گار ہوں۔

اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾

مگر بول سلام سلام کا ○

یعنی سوائے اچھی بات کے کوئی بات نہیں سنیں گے کیونکہ یہ پاک لوگوں کا گھر ہوگا' اس میں صرف پاک چیزیں ہوں گی۔ یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ اہل جنت ایک دوسرے سے مخاطب ہونے میں حسن ادب سے کام لیں گے' ان کا کلام بہترین کلام اور دلوں کو خوش کرنے والا ہوگا' ہر قسم کی لغویات اور گناہ سے پاک ہوگا، ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی اہل جنت میں شامل کرے۔

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۵ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾

اور دائیں (ہاتھ) والے' کیا (خوب) ہیں دائیں (ہاتھ) والے؟ ○

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اس نے اصحاب یمین کے لیے کیا کچھ تیار کر رکھا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ﴾ ''اور داہنے (ہاتھ) والے کیا (ہی اچھے) ہیں داہنے (ہاتھ) والے۔'' یعنی وہ عظیم الشان لوگ اور بڑے احوال کے مالک ہیں۔

فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾

(ہوں گے) بے خار بیریوں میں ○

یعنی بیری کے کانٹے اور ردی قسم کی ضرر رساں شاخیں تراش دی گئی ہوں گی اور ان کی جگہ نہایت لذیذ پھل لگا دیے جائیں گے۔ گہرا سایہ اور راحتِ جسم' بیری کے درخت کے خواص میں شمار ہوتے ہیں۔

وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾

اور تہ بہ تہ کیلوں میں ○ اور پھیلائی ہوئی چھاؤں میں ○

﴿طَلْحٍ﴾ معروف درخت ہے' یہ بہت بڑا درخت ہوتا ہے جو صحراؤں میں اگتا ہے' اس کی شاخیں لذیذ اور مزیدار پھل سے لدی ہوئی ہوتی ہیں۔

وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾

اور پانی بہتے ہوئے (آبشاروں) میں ○

یعنی بہت سے چشموں اور بہتی ہوئی ندیوں کا بہتا اور اچھلتا ہوا پانی ہے۔

وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾

اور ایسے بہ کثرت پھلوں میں ○ جو نہ مقطوع (ختم) ہوں گے اور نہ ممنوع ○

یعنی یہ پھل دنیا کے پھلوں کے مانند نہیں ہوں گے جو کسی وقت ختم ہو جاتے ہیں اور ان کو تلاش کرنے والوں کے لیے ان کا حصول مشکل ہو جاتا ہے بلکہ یہ ہمیشہ کے لیے موجود رہیں گے' ان کو بہت قریب سے چنا جا سکے گا' بندۂ مومن ہر حال میں ان کو حاصل کر سکے گا۔

وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿٣٤﴾ؕ

اور ایسے تختوں پر جو اونچے ہوں گے ○

یعنی ان بچھونوں کو بہت بلند تختوں سے بھی بلند کیا گیا ہو گا۔ یہ بچھونے ریشم' سونے' موتیوں اور ایسی ایسی چیزوں سے بنے ہوئے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿٣٥﴾ۙ

بلاشبہ ہم پیدا کریں گے ان (بیویوں) کو نئے سرے سے ○

یعنی ہم نے اہل جنت کی عورتوں کو ایسی تخلیق پر پیدا کیا ہے جو دنیا کی تخلیق سے مختلف ہے۔ یہ ایک ایسی کامل تخلیق ہے جس کو فنا نہیں۔

فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ۙ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ۙ

پس بنادیں گے ہم انھیں کنواریاں ○ دلربا ہم عمر

ہم جنت کی تمام چھوٹی بڑی عورتوں کو دوشیزائیں بنادیں گے۔ اس کا عموم خوبصورت آنکھوں والی حوروں اور دنیا کی عورتوں کو شامل ہے اور یہ وصف' یعنی دوشیزگی' تمام احوال میں ان کا وصف لازم ہے جس طرح ان کا ﴿عُرُبًا اَتْرَابًا﴾ ''محبت والیاں اور ہم عمر ہونا۔'' ہر حال میں وصف لازم ہے۔ **اَلْعُرُوْب** اس عورت کو کہا جاتا ہے جو اپنے حسن ہیئت' اپنی ناز و ادا' اپنے جمال اور اپنی محبت کی وجہ سے شوہر کو بہت محبوب ہو' یہی وہ عورت ہے کہ جب وہ بات کرتی ہے تو عقلوں کو غلام بنالیتی ہے اور سننے والا چاہتا ہے کہ اس کی بات کبھی ختم نہ ہو' خاص طور پر جب کہ وہ اس نرم اور مترنم آوازوں میں طربیہ نغمے گا رہی ہوں گی جب اس کا شوہر اس کے ادب' اس کی ہیئت اور اس کے ناز و ادا کی طرف دیکھتا ہے تو اس کا دل فرحت و سرور سے لبریز ہو جاتا ہے' جب وہ اس جگہ سے کسی اور جگہ منتقل ہو جاتی ہے تو وہ جگہ اس کی خوشبو اور نور سے لبریز ہو جاتی ہے' اس میں جماع کے وقت ناز و ادا بھی داخل ہے۔ اور **اَلْاَتْـرَاب** ان عورتوں کو کہا جاتا ہے جو ایک ہی عمر میں ہوں' یعنی تینتیس سال کی عمر میں ہوں گی جس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ تمنا کی جاتی ہے اور یہ جوانی کی کامل ترین عمر کی انتہا ہے۔ پس ان کی بیویاں ان کو بہت محبوب' ہم عمر' اتفاق اور الفت کرنے والی' راضی رہنے والی ہوں گی اور ان کے شوہر ان پر راضی ہوں گے بلکہ وہ دلوں کی فرحت' آنکھوں کی ٹھنڈک اور نگاہوں کی روشنی ہوں گی۔

لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٣٨﴾ ع

ع-١٤

اصحاب یمین کے لیے ○

یعنی (وہ بیویاں) اصحاب یمین کے لیے تیار اور ان کو مہیا کی جائیں گی۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٩﴾ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٠﴾

کثیر جماعت پہلوں میں سے ○ اور کثیر جماعت پچھلوں میں سے ○

لوگوں کی یہ قسم، یعنی اصحاب یمین، اولین میں سے بہت سی تعداد اور آخرین میں سے بھی بہت سی تعداد پر مشتمل ہوگی۔

وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِيْمٍ ﴿٤٢﴾ وَّ ظِلٍّ

اور بائیں (ہاتھ) والے، کیا (حقیر) ہیں بائیں (ہاتھ) والے؟ ○ (ہونگے) سخت گرم ہوا اور گرم کھولتے پانی میں ○ اور سائے میں

مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿٤٤﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿٤٥﴾

سیاہ ترین دھوئیں کے ○ نہ (وہ) ٹھنڈا ہوگا اور نہ فرحت بخش ○ بلاشبہ وہ تھے پہلے اس سے خوش حال ○

وَ كَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿٤٦﴾ وَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا

اور تھے وہ اصرار کرتے اوپر بڑے گناہ (شرک) کے ○ اور تھے وہ کہتے، کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں ہم

تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٤٧﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿٤٨﴾

مٹی اور ہڈیاں تو کیا بے شک ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ ○ کیا (ہم) اور ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟ ○

اصحاب شمال سے مراد اہل جہنم اور ان کے منحوس اعمال ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عذاب کا ذکر فرمایا ہے جس کے وہ مستحق ہوں گے، چنانچہ آگاہ فرمایا کہ وہ ﴿فِيْ سَمُوْمٍ﴾ ”بادِ سموم میں ہوں گے۔“ یعنی جہنم کی آگ کی حرارت سے گرم کی ہوئی ہوا جو ان کی سانسوں کو پکڑ لے گی اور سخت اضطراب میں مبتلا کر دے گی ﴿وَّحَمِيْمٍ﴾ یعنی سخت کھولتے ہوئے پانی میں ہونگے جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ کر رکھ دے گا۔ ﴿وَّ ظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ﴾ ”اور سیاہ ترین دھویں کے سائے میں ہوں گے۔“ یعنی آگ کے شعلوں میں ہونگے جن کے ساتھ دھواں ملا ہوا ہوگا۔ ﴿لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ﴾ یعنی اس میں ٹھنڈک ہوگی نہ وہ خوشگوار ہوگا مقصد یہ ہے کہ وہاں ہم و غم اور حزن و شر ہوگا جس میں کوئی بھلائی نہ ہوگی کیونکہ ضد کی نفی سے اس کی ضد کا اثبات ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کا ذکر فرمایا جنھوں نے ان کو اس انجام تک پہنچایا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ﴾ یعنی وہ ایسے لوگ تھے کہ ان کی دنیا نے ان کو غافل کر دیا، انھوں نے دنیا کے لیے کام کیا، دنیا کی آسائشوں میں مگن رہے، دنیا سے فائدہ اٹھاتے رہے اور دنیا کی مہلت ہی نے ان کو اپنے عمل درست کرنے سے

غافل رکھا۔ پس یہی وہ خوش حالی ہے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی ہے۔ ﴿ وَ كَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴾ یعنی وہ بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے اور ان سے توبہ کرتے تھے نہ انھیں ان گناہوں پر ندامت ہی ہوتی تھی بلکہ وہ ایسے کاموں پر مصر رہتے تھے جن سے ان کا آقا ناراض تھا۔ پس انھوں نے اپنے آقا کے سامنے بڑے بڑے گناہ پیش کیے جن کی بخشش نہ تھی۔ وہ موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے تھے اور اس کے وقوع کو بہت بعید سمجھتے ہوئے کہتے تھے: ﴿ اَىِٕذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴾ ”کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر دوبارہ کھڑے کیے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟“ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کا جواب اور ان کے قول کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۵

کہہ دیجیے: بلاشبہ پہلے بھی اور پچھلے بھی ○ یقیناً جمع کیے جائیں گے

اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٥٠﴾

مقرر وقت پر ایک معلوم دن کے ○

یعنی گزری ہوئی اور آئندہ آنے والی تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا اور انھیں ایک مقرر دن میں اکٹھا کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے ختم ہو جانے پر ان کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دینے کے ارادے سے جو انھوں نے دنیا میں کیے تھے ان کو اکٹھا کرنے کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿٥١﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿٥٢﴾

پھر یقیناً تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! ○ البتہ کھانے والے ہو گے تھوہر کے درخت سے ○

فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿٥٤﴾

پس (تم) بھرنے والے ہو گے اس سے پیٹ ○ پھر پینے والے ہو گے اس پر گرم کھولتا پانی ○

فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿٥٥﴾

پھر پینے والے (مانند) پینے پیاسے اونٹوں کے ○

﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ ﴾ پھر بے شک تم ہدایت کے راستے سے بھٹک کر ہلاکت کے راستے پر چلنے والو! ﴿ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴾ رسول اکرم ﷺ اور اس حق کو جو آپ لے کر آئے ہیں اور وعد و وعید کو جھٹلانے والو! ﴿ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴾ ”تم تھوہر کے درخت سے ضرور کھاؤ گے۔“ یہ قبیح ترین اور خسیس ترین درخت ہے جس کی بدبو انتہائی گندی اور اس کا منظر انتہائی برا ہے۔ ﴿ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴾ ”اس

سے تم اپنے پیٹوں کو بھرو گے۔'' وہ چیز جو انھیں اس درخت کو کھانے پر مجبور کرے گی، حالانکہ یہ بہت ہی گند اور خت ہوگا، بے انتہا بھوک ہوگی جو ان کے کلیجوں کو جلائے جا رہی ہوگی' قریب ہوگا کہ اس بھوک سے ان کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ یہ وہ کھانا ہے جس سے وہ اپنی بھوک کو مٹائیں گے جو ان کو موٹا کرے گا نہ ان کی بھوک مٹا سکے گا۔ ﴿فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ○ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ﴾ رہا ان کا مشروب تو وہ بدترین مشروب ہے' وہ اس (تھوہر کے) کھانے کے بعد کھولتا ہوا پانی پئیں گے جو ان کے پیٹوں میں جوش مارے گا' وہ اسے پیاسے اونٹ کی طرح پئیں گے جس کی پیاس انتہائی شدید ہو۔ ﴿الْهِيْمِ﴾ سے مراد ایک بیماری ہے جو اونٹوں کو لاحق ہوتی ہے' اس بیماری کی وجہ سے پانی پینے سے اونٹ کی پیاس نہیں بجھتی۔

هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿٥٦﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿٥٧﴾

یہ ہوگی مہمانی ان کی روز قیامت ○ ہم ہی نے پیدا کیا تمھیں' پھر کیوں نہیں تصدیق کرتے تم (بعثت کی)؟ ○

﴿هٰذَا﴾ یعنی یہ کھانا اور پینا ﴿نُزُلُهُمْ﴾ ان کی ضیافت ہوگی ﴿يَوْمَ الدِّيْنِ﴾ ''قیامت کے دن۔'' اور یہ وہ ضیافت ہے جسے انھوں نے اپنے لیے آگے بھیجا تھا اور جسے انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اس ضیافت پر ترجیح دی جو اس نے اپنے اولیاء کے لیے تیار کر رکھی تھی۔ فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا﴾ (الکہف: ۱۸/۱۰۷، ۱۰۸) ''بے شک جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے' مہمانی کے طور پر ان کے لیے جنت الفردوس ہے' اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے' وہاں سے وہ نقل مکانی کرنا نہیں چاہیں گے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے حیات بعد الموت پر عقلی دلیل دیتے ہوئے فرمایا: ﴿نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ﴾ ''ہم ہی نے تمھیں پیدا کیا، پھر تم (دوبارہ جی اُٹھنے کی) تصدیق کیوں نہیں کرتے۔'' یعنی ہم نے کسی عاجزی اور تھکاوٹ کے بغیر تمھیں وجود بخشا' اس کے بعد کہ تم کوئی قابل ذکر چیز نہ تھے' کیا اس کام پر قدرت رکھنے والا مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ کیوں نہیں! وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ بنا بریں ان کے حیات بعد الموت کی تصدیق نہ کرنے پر' ان کو زجر و توبیخ کی ہے' حالانکہ وہ ایسے ایسے امور کا مشاہدہ کرتے ہیں جو اس سے زیادہ بڑے اور زیادہ بلیغ ہیں۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿٥٨﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا

بھلا بتاؤ تو جو منی تم ٹپکاتے ہو ○ کیا تم پیدا کرتے ہو اس کو یا ہم ہیں (اس کے) خالق؟ ○ ہم ہی نے مقدر کر دی ہے

بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٦٠﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ

تمھارے درمیان موت اور نہیں ہم عاجز (بلکہ قادر ہیں) ○ اس بات پر کہ بدل کر لے آئیں (اور مخلوق) تم جیسی اور نئے سرے سے پیدا کریں

فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾

تمھیں ایسی (صورت) میں جو نہیں جانتے تم ○ اور یقیناً تم نے جان لیا ہے پہلی پیدائش کو' پھر کیوں نہیں تم نصیحت پکڑتے؟ ○

یعنی کیا تم نے منی کے ذریعے سے اپنی تخلیق کی ابتدا پر غور کیا جو تم (اپنی بیویوں کے رحموں میں) ٹپکاتے ہو؟ کیا اس منی اور اس سے جو کچھ پیدا ہوتا ہے، اس کے خالق تم ہو یا اس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے جس نے تم میں، یعنی مرد اور عورت میں شہوت پیدا کی ہے اور اس کے لیے دونوں میں سے ہر ایک کی راہ نمائی فرمائی۔ میاں بیوی کے درمیان محبت پیدا کی، ان کے درمیان مودت اور رحمت کا تعلق قائم کیا جو تناسل کا سبب ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تخلیق اول کے ذریعے سے تخلیق ثانی پر استدلال کیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ ''اور تمھیں یقینی طور پر پہلی دفعہ کی پیدائش معلوم ہی ہے، پھر کیوں تم عبرت حاصل نہیں کرتے؟'' بے شک تمھاری تخلیق کی ابتدا پر قدرت رکھنے والی ہستی، تمھیں دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت رکھتی ہے۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٣﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَآءُ

بھلا بتلاؤ تو جو تم بوتے ہو ○ کیا تم اگاتے ہو اسے یا ہم ہیں اگانے والے؟ ○ اگر ہم چاہیں

لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

تو البتہ کر دیں اس کو ریزہ ریزہ پھر ہو جاؤ تم پشیمان ہونے والے ○ کہ بلاشبہ ہم البتہ چٹی ڈال دیے گئے ○

بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٦٧﴾

بلکہ ہم محروم ہی رہ گئے ○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر احسان ہے جس کے ذریعے سے وہ انھیں اپنی توحید، اپنی عبادت اور اپنی طرف رجوع کی دعوت دیتا ہے کہ اس نے ان کے لیے کھیتی باڑی اور باغات کو میسر کر کے انھیں نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس کھیتی باڑی اور باغات سے خوراک، رزق اور پھل مہیا ہوتے ہیں جو ان کی ضرورت، حاجات اور ان کے مصالح میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کا شکر ادا کرنا اور ان کا حق ادا کرنا تو کجا، وہ ان نعمتوں کو شمار تک نہیں کر سکتے۔ پس فرمایا: ﴿ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴾ یعنی کیا تم نے اس کو اگا کر زمین سے نکالا ہے؟ کیا تم نے اس کو نشو ونما دی ہے؟ کیا تم ہو جنھوں نے اس کے خوشوں اور اس کے پھل کو نکالا، یہاں تک کہ وہ تیار شکل میں اناج اور پکا ہوا پھل بن گیا؟ یا یہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے جو یہ سب کچھ سرانجام دینے میں متفرد ہے اور اسی نے تمھیں ان نعمتوں سے نوازا ہے؟ تمھارے فعل کی غایت اور انتہا تو بس یہ ہے کہ تم زمین میں ہل چلاتے اور اسے پھاڑ دیتے ہو اور پھر اس میں بیج ڈال دیتے ہو، تمھیں کوئی علم نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوتا ہے اور اس سے زیادہ پر تمھیں کوئی قدرت واختیار نہیں، اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو آگاہ فرمایا کہ کھیتی خطرات کی زد میں رہتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کر کے، تمھاری گزران اور ایک مدت مقررہ تک استعمال کے لیے اسے باقی نہ رکھتا (تو یہ کھیتی کبھی محفوظ نہ رہتی۔)

﴿لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ﴾ ”اور اگر ہم چاہتے تو اسے کر دیتے۔“ یعنی یہ کاشت کی گئی کھیتی اور اس کے اندر موجود پھل کو ﴿حُطَامًا﴾ ریزہ ریزہ کیا گیا چورا، جس میں کسی قسم کا کوئی فائدہ ہے نہ یہ رزق کا کام دیتا ہے ﴿فَظَلْتُمْ﴾ یعنی اس کے چورا اور بھس بنائے جانے کے سبب سے' اس کے بعد کہ تم نے اس میں بہت مشقت اٹھائی اور بہت زیادہ اخراجات برداشت کیے' پھر تم ہو جاتے ﴿تَفَكَّهُوْنَ﴾ ندامت اٹھانے والے اور اس مصیبت پر حسرت زدہ ہونے والے جو تم پر نازل ہوئی' تمھاری ساری فرحت' مسرت اور لذت زائل ہو جاتی اور تم کہہ اٹھتے: ﴿اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ﴾ ”کہ بلاشبہ ہم پر چٹی ڈال دی گئی۔“ یعنی ہم نے نقصان اٹھایا' ہم پر ایسی مصیبت نازل ہوئی جس نے ہمیں ہلاک کر ڈالا' پھر اس کے بعد تمھیں معلوم ہوتا کہ یہ مصیبت تم پر کہاں سے آئی اور کس سبب سے یہ آفت تم پر آن پڑی؟ پھر تم کہتے: ﴿بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ﴾ ”بلکہ ہم تو بالکل ہی محروم رہ گئے۔“ پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش بیان کرو کہ اس نے تمھارے لیے کھیتی اگائی' اسے باقی رکھا۔ اسے تمھارے لیے پایۂ تکمیل کو پہنچایا' اس پر کوئی آفت نہ بھیجی جس کی وجہ سے تم اس کے فائدے اور اس کی بھلائی سے محروم ہو جاتے۔

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِىْ تَشْرَبُوْنَ ؕ (٦٨) ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ

بھلا بتلاؤ تو وہ پانی جو تم پیتے ہو ○ کیا تم نے نازل کیا ہے اسے بادلوں سے یا ہم ہیں

الْمُنْزِلُوْنَ (٦٩) لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ (٧٠)

نازل کرنے والے؟ ○ اگر ہم چاہیں تو کر دیں ہم اسے کھارا تو کیوں نہیں تم شکر کرتے؟ ○

جب اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ اس نے اپنے بندوں کو طعام کی نعمت سے نوازا ہے تو اس نے اس خوشگوار شیریں پانی کی نعمت کا بھی ذکر فرمایا جسے وہ پیتے ہیں' اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو حاصل کرنا آسان اور سہل نہ بنایا ہوتا تو اس کے حصول کا تمھارے پاس کوئی راستہ نہ تھا۔ وہی ہے جس نے بادل میں سے اس کو نازل کیا۔ اللہ تعالیٰ ہی بارش نازل کرتا ہے۔ پھر روئے زمین پر اور زمین کے نیچے' اس پانی سے بہتے ہوئے دریا اور ابلتے ہوئے چشمے بن جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس نے اسے خوشگوار شیریں بنایا جسے لوگ مزے سے پیتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اسے کھاری اور کڑوا بنا دیتا جس سے فائدہ نہ اٹھایا جا سکتا۔ ﴿فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ﴾ پس تم ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے جو اس نے تمھیں عطا کی ہیں؟

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِىْ تُوْرُوْنَ ؕ (٧١) ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ

بھلا بتلاؤ تو وہ آگ جو تم جلاتے ہو ○ کیا تم نے پیدا کیا ہے اس کا درخت یا ہم ہیں

الْمُنْشِئُوْنَ (٧٢) نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۚ (٧٣)

پیدا کرنے والے؟ ○ ہم ہی نے بنایا ہے اسے یاد دہانی کا ذریعہ اور فائدہ مسافروں کے لیے ○

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾ ع

سو تسبیح کیجیے اپنے رب کے نام کی جو نہایت عظمت والا ہے ○

الثلثة ع ٣

یہ ایک ایسی نعمت ہے جو ضروریات زندگی میں داخل ہے جس سے مخلوق مستغنی نہیں رہ سکتی کیونکہ لوگ اپنے بہت سے امور اور حوائج میں اس کے محتاج ہیں' پس اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے آگ کی نعمت کو متحقق کیا ہے جس کو اس نے درختوں کے اندر وجود بخشا' مخلوق میں یہ قدرت نہ تھی کہ وہ اس کے درخت کو پیدا کرتے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے سرسبز درخت سے آگ کو پیدا کیا' تب یکایک یہ بندوں کی ضرورت کے مطابق جل اٹھتی ہے' جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہو جاتے ہیں تو اسے بجھا دیتے ہیں۔

﴿نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً﴾ یعنی ہم نے اس کو بندوں کے لیے ان کے رب کی نعمت اور جہنم کی آگ کی یاد دہانی بنایا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نافرمان لوگوں کے لیے تیار کیا ہے' یہ (یاد دہانی) ایک کوڑا ہے جو اس کے بندوں کو نعمتوں بھری جنت کی طرف ہانکتا ہے۔ ﴿وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ﴾ یعنی فائدہ اٹھانے والوں یا مسافروں کے لیے کچھ سامان زیست بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے مسافروں کو اس لیے مخصوص فرمایا کیونکہ مسافر کے لیے اس کا فائدہ دوسروں کی نسبت زیادہ ہے اور شاید اس کا سبب یہ بھی ہو کہ دنیا تمام تر مسافر خانہ ہے۔ پس اس آگ کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں مسافروں کے لیے سامان زیست اور آخرت کے دائمی گھر کی یاد دہانی بنایا ہے۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو بیان فرمایا جو بندوں کی طرف سے اس کی حمد و ثنا' اس کے شکر اور اس کی عبادت کی موجب ہیں تو اس نے اپنی تسبیح وتحمید کا حکم دیا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ یعنی اپنے رب عظیم کی تنزیہ بیان کیجیے جو اسماء وصفات میں کامل اور بے پایاں احسانات اور بھلائیوں کا مالک ہے۔ اپنے دل' زبان اور جوارح کے ساتھ اس کی حمد و ستائش بیان کیجیے کیونکہ وہ اس کا اہل اور اس بات کا مستحق ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے' اس کی ناشکری نہ کی جائے' اس کو یاد رکھا جائے اس کو فراموش نہ کیا جائے اور اس کی اطاعت کی جائے' نافرمانی نہ کی جائے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿٧٥﴾ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿٧٦﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ

پس میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے گرنے کی ○ اور بلاشبہ یہ البتہ قسم ہے' اگر تمھیں علم ہو' بہت بڑی ○ کہ بلاشبہ یہ قرآن ہے

كَرِيْمٌ ﴿٧٧﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿٧٨﴾ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿٧٩﴾ تَنْزِيْلٌ

نہایت معزز ○ کتاب محفوظ میں ○ نہیں ہاتھ لگاتے اس کو مگر پاک (فرشتے) ہی ○ نازل کردہ ہے

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٠﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿٨١﴾ وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ

رب العالمین کی طرف سے ○ کیا پس اس حدیث (قرآن) سے تم بے اعتنائی کرتے ہو؟ ○ اور کرتے ہو تم اپنا حصہ

اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿٨٣﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿٨٤﴾

یہ کہ تم تکذیب کرتے ہو ○ پس کیوں نہیں، جب پہنچتی ہے (روح) حلق تک ○ اور تم اس وقت دیکھتے ہو ○

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ

اور ہم زیادہ قریب ہوتے ہیں اس سے تمہاری نسبت اور لیکن نہیں دیکھتے ہو تم ○ پس کیوں نہیں، اگر ہو تم

غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿٨٦﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٨٧﴾

نہیں بدلہ دیئے جاؤ گے ○ پھیر لاتے تم اس (روح) کو اگر ہو تم سچے؟ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ستاروں کی اور ان کی منازل، یعنی ان کے غروب کے مقامات اور ان کے سقوط کی جگہ کی قسم کھائی ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے ان حوادث کی قسم کھائی ہے جو ان اوقات میں واقع ہوتے ہیں جو اس کی عظمت، اس کی کبریائی اور اس کی توحید پر دلالت کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی قسم کھائی ہے، اس کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ﴾ اور یہ قسم صرف اس لیے عظمت کی حامل ہے کہ ستاروں، ان کی رفتار اور ان کے غروب کے مقامات میں ان کے سقوط کی جگہوں میں بہت سی نشانیاں اور عبرتیں ہیں جن کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ جس امر پر قسم کھائی گئی ہے، وہ ہے قرآن کا اثبات، نیز یہ کہ قرآن حق ہے جس میں کوئی شک ہے نہ شبہ۔ یہ کریم ہے، یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہت زیادہ علم والا ہے، ہر بھلائی اور ہر علم اللہ تعالیٰ کی کتاب سے مستفاد اور مستنبط ہوتا ہے۔ ﴿فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ﴾ ''کتاب محفوظ میں ہے۔'' یعنی مخلوق کی آنکھوں سے مستور ہے۔ یہ کتاب مکنون لوح محفوظ ہے، یعنی یہ قرآن لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اور ملأ اعلیٰ میں فرشتوں کے ہاں قابل عظمت ہے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد وہ کتاب ہو جو ان فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوتی تھی جنھیں اللہ تعالیٰ اپنی وحی اور رسالت کے لیے نازل کرتا ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ کتاب شیاطین سے مستور ہے شیاطین کو اس میں تغیر وتبدل، کمی بیشی اور چوری کرنے کی قدرت حاصل نہیں۔

﴿لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ ''اسے صرف پاک (فرشتے) ہی چھوتے ہیں۔'' یعنی قرآن کریم کو صرف ملائکہ کرام ہی چھوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام آفات، گناہوں اور عیوب سے پاک کیا ہے۔ جب قرآن کو پاک ہستیوں کے سوا کوئی نہیں چھوتا اور ناپاک اور شیاطین اس کو چھو نہیں سکتے تو آیت کریمہ تنبیہاً اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ پاک شخص کے سوا کسی کے لیے قرآن کو چھونا جائز نہیں۔

﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ یہ قرآن جو ان صفاتِ جلیلہ سے موصوف ہے، رب کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہے جو دینی اور دنیاوی نعمتوں کے ذریعے سے اپنے بندوں کی تربیت کرتا ہے، وہ جلیل ترین چیز جس کے ذریعے سے اس نے اپنے بندوں کی تربیت کی، اس قرآن کو نازل کرنا ہے جو دونوں جہانوں کے مصالح پر مشتمل ہے،

جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ایسا رحم فرمایا ہے کہ وہ اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ ان پر واجب ہے کہ وہ اس قرآن کو قائم کریں، برسرعام اس کا اعلان کریں، اس کی طرف لوگوں کو دعوت دیں اور اس کو کھلم کھلا بیان کریں۔ بنابریں فرمایا: ﴿اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ﴾ ”پھر تم اس کلام (قرآن) سے بے پروائی کرتے ہو؟“ یعنی کیا تم اس کتاب عظیم اور ذکر حکیم کو مخلوق کے خوف، ان کی عار اور ان کی زبانوں کے ڈر سے چھپاتے ہو؟ ایسا کرنا مناسب ہے نہ لائق شان ہے۔ لائق شان اور مناسب تو یہ ہے کہ اس بات میں مداہنت کی جائے جس کے بارے میں انسان کو وثوق حاصل نہ ہو۔ رہا قرآن کریم تو یہ ایسا حق ہے کہ جب بھی کوئی مقابلہ کرنے والا اس قرآن کے ذریعے سے مقابلہ کرتا ہے تو یہی غالب آتا ہے اور کوئی بھی حملہ آور اگر اس قرآن کے ساتھ حملہ کرتا ہے تو یہ اپنے مدمقابل کے مقابلے میں کامیاب رہتا ہے۔ قرآن ایک ایسی چیز ہے جس کے بارے میں مداہنت کی جائے نہ اسے چھپایا جائے بلکہ برسرعام اس کا اعلان کیا جائے۔

﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ ”اور اپنے حصے میں یہی لیتے ہو کہ تم جھٹلاتے پھرو۔“ یعنی تم اللہ تعالیٰ کے احسان وعنایت کا مقابلہ وظیفۂ تکذیب اور اس کی نعمت کی ناسپاسی کے ذریعے سے کرتے ہو اور کہتے ہو: فلاں ستارے کے طلوع ہونے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی، اور تم نعمت کو ان ہستیوں کی طرف منسوب کرتے ہو جنھوں نے یہ نعمتیں عطا نہیں کیں۔ پس تم نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیوں ادا نہ کیا کہ اسی نے تم پر یہ بارش برسائی ہے تاکہ وہ تمھیں اور زیادہ اپنے فضل و کرم سے سرفراز کرے کیونکہ کفر و تکذیب نعمتوں کو اٹھا لینے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے نازل ہونے کے اسباب ہیں۔

﴿فَلَوْلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ﴾ یعنی جب روح حلق تک پہنچتی ہے اور تم اس حالت میں موت کے آنے کا منظر دیکھ رہے ہوتے ہو، حالانکہ ہم اپنے علم اور اپنے فرشتوں کے ذریعے سے، مرنے والے کے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں مگر تم دیکھ نہیں سکتے۔ ﴿فَلَوْلَاۤ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَاۤ﴾ ”پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں، تو کیوں نہیں اس روح کو پھیر لیتے۔“ یعنی بھلا جب تم اس زعم باطل میں مبتلا ہو کہ تمھیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا نہ تمھارا حساب کتاب کر کے تمھیں جزا و سزا دی جائے گی تو تم روح کو بدن میں واپس کیوں نہیں لے آتے ﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ”اگر تم سچے ہو؟“ حالانکہ تم اقرار کرتے ہو کہ تم اس روح کو بدن میں واپس لانے سے عاجز ہو، تب تمھیں یا تو اس حق کا اقرار کرنا ہوگا جو محمد کریم ﷺ لے کر آئے ہیں یا تم عناد رکھو گے، پس تمھارا حال اور تمھارا برا انجام معلوم ہے۔

فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٨٨﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ۬ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿٨٩﴾ وَاَمَّاۤ اِنْ

پس لیکن اگر ہے وہ (مردہ) مقربین میں سے ○ تو ہے (اس کیلئے) راحت اور خوشبو اور نعمتوں والا باغ ○ اور لیکن اگر

كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٩٠﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٩١﴾ وَ اَمَّآ اِنْ

ہے وہ اصحاب الیمین میں سے ○ تو (کہا جائے گا:) سلامتی ہے تیرے لئے (تو) اصحاب الیمین میں سے ہے ○ اور لیکن اگر

كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٩٢﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٩٣﴾ وَّ تَصْلِيَةُ

ہے وہ تکذیب کرنے والے گمراہوں میں سے ○ تو مہمانی ہوگی (اس کی) گرم کھولتے پانی سے ○ اور داخل کرنا ہے

جَحِيْمٍ ﴿٩٤﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿٩٥﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٩٦﴾

جہنم میں ○ بلاشبہ یہ (خبر) یہی یقینی حق ہے ○ پس تسبیح کیجئے اپنے رب کے نام کی جو عظیم ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ کے اوائل میں، قیامت کے دن تین گروہوں، یعنی مقربین، اصحاب یمین اور مکذبین کے احوال کا ذکر فرمایا، پھر اس کے آخر میں ان کے ان احوال کا ذکر فرمایا جب موت کا وقت آ پہنچے گا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴾ اگر مرنے والا اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے ہوگا۔ اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو واجبات و مستحبات کی ادائیگی اور محرمات و مکروہات اور بے فائدہ مباحات سے اجتناب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کے حصول میں کوشاں رہے ہوں گے۔ ﴿ فَرَوْحٌ ﴾ تب ان کے لیے راحت و اطمینان، فرحت و سرور اور قلب و روح کی نعمتیں ہوں گی ﴿ وَّ رَيْحَانٌ ﴾ یہ ایسی لذت بدنی کے لیے ایک جامع لفظ ہے جو مختلف انواع کے ماکولات و مشروبات پر مشتمل ہو۔ کہا جاتا ہے ریحان سے مراد معروف خوشبو ہے، تب یہ کسی چیز کی نوع کے ذریعے سے اس کی جنس عام کی تعبیر کے باب میں سے ہے۔ ﴿ وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴾ ''اور نعمتوں والی جنت ہے۔'' جو دونوں امور کی جامع ہوگی، اس میں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے تصور میں ان کا گزر ہوا ہے۔ مقربین کی موت کے قرب کے وقت، ان کو ان نعمتوں کی بشارت دی جاتی ہے جس کی بنا پر فرحت اور سرور سے ان کی ارواح اڑنے لگتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴾ (حٰمٓ السجدة: ٤١/ ٣٠-٣٢) ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے، پھر اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے نازل ہوں گے اور کہیں گے کہ تم ڈرو نہ غم کھاؤ، اور جنت کی خوشخبری سے خوش ہو جاؤ جس کا تمھارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔ دنیا کی زندگی میں بھی ہم تمھارے دوست تھے اور آخرت (کی زندگی) میں بھی (ہم تمھارے دوست ہوں گے) اس جنت میں تمھارے لیے ہر وہ چیز ہوگی، جس کی تمھارے دل خواہش کریں گے اور اس میں تمھیں ہر وہ چیز ملے گی جو تم طلب کرو گے۔ یہ سب کچھ رب غفور و رحیم کی طرف سے مہمانی کے طور پر ہوگا۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد: ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ﴾ (یونس: ۱۰/ ٦٤) ’’ان کے لیے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے۔‘‘ کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ مذکورہ بشارت، دنیا کی زندگی کی بشارت ہے۔

﴿وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾ ’’اور اگر وہ داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے۔‘‘ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے واجبات کو ادا کیا اور محرمات کو ترک کیا، اگرچہ ان سے بعض ایسے حقوق کے بارے میں کوتاہی سرزد ہوئی جن سے ان کے ایمان اور توحید میں خلل واقع نہیں ہوا ﴿فَ﴾ تو ان میں سے ہر کسی سے کہا جائے گا: ﴿سَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾ تمھارے اصحاب یمین بھائیوں کی طرف سے تمھیں سلامتی حاصل ہے۔ یعنی جب وہ ان کے پاس پہنچے گا اور ان سے ملاقات کرے گا تو وہ اسے سلام اور خوش آمدید کہیں گے۔ یا اس سے کہا جائے گا کہ دنیا کی آفات، مصائب اور عذاب سے تم سلامت ہو کیونکہ تم اصحاب یمین میں سے ہو جو ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچتے رہے ہیں۔

﴿وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ﴾ ’’اور لیکن اگر وہ تکذیب کرنے والے گمراہوں میں سے ہوا۔‘‘ یعنی وہ لوگ جنھوں نے حق کو جھٹلایا اور ہدایت کے راستے سے بھٹک گئے ﴿فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ وَّ تَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ﴾ تو جس روز وہ اپنے رب کی خدمت میں حاضر ہوں گے، اس روز ان کی ضیافت یہ ہوگی کہ ان کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا جو ان کو گھیرے گی اور ان کے دلوں تک پہنچ جائے گی اور جب وہ پیاس کی شدت سے پانی مانگیں گے ﴿يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا﴾ (الکھف: ۱۸/ ۲۹) ’’تو انھیں ایسا کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جو پگھلے ہوئے تانبے کے مانند گرم ہوگا جو ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا، ان کا مشروب کتنا برا اور ان کی آرام گاہ کتنی بری ہوگی۔‘‘

﴿اِنَّ هٰذَا﴾ یہ سب کچھ جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، مثلاً: بندوں کے اچھے برے اعمال کی جزا و سزا، اور اس کی تفاصیل ﴿لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ﴾ ’’بلاشبہ یہی (مذکور) حق الیقین ہے۔‘‘ یعنی اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ بلکہ یہ ثابت شدہ حق ہے جس کا وقوع لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے سامنے اس پر قطعی دلائل پیش کیے ہیں اور اس کی حیثیت خردمندوں کے نزدیک ایسے ہے گویا کہ وہ اس کا ذائقہ چکھ رہے ہوں اور اس کی حقیقت کا مشاہدہ کر رہے ہوں۔ پس انھوں نے اس امر پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی کہ اس نے ان کو اس عظیم نعمت اور اتنی بڑی عنایت سے مختص کیا۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ ’’لہذا تو اپنے عظیم الشان پروردگار کی تسبیح کر۔‘‘ پس پاک ہے ہمارا رب عظیم، منزہ اور بہت بلند و برتر ان باتوں سے جو منکرین حق (اس کے بارے میں) کرتے ہیں۔

تفسیر سورۃ الحدید

سُوْرَةُ الْحَدِيْد (۵۷) مَدَنِيَّةٌ (۹۴)

اٰيَاتُهَا ۲۹
رُكُوْعَاتُهَا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

تسبیح کرتی ہے اللہ کی جو چیز بھی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہ زبردست ہے' حکمت والا ○ اسی کیلئے ہے بادشاہی آسمانوں

وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ② هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ

اور زمین کی وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے' اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ○ وہی اول اور آخر

وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ③ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اور ظاہر اور باطن ہے اور وہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○ وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں

وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ

اور زمین کو چھ دنوں میں' پھر مستوی ہو گیا عرش پر وہ جانتا ہے جو چیز داخل ہوتی ہے زمین میں

وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ مَعَكُمْ

اور جو نکلتی ہے اس سے اور جو چیز اترتی ہے آسمان سے اور جو اوپر چڑھتی ہے اس میں اور وہ تمہارے ساتھ ہے

اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ④ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

جہاں کہیں ہو تم اور اللہ اس کو' جو تم عمل کرتے ہو' دیکھنے والا ہے ○ اس کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی'

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ⑤ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۭ

اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تمام امور ○ وہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں

وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑥

اور وہ خوب جانتا ہے راز سینوں کے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی عظمت وجلال اور اپنی لامحدود قوت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تمام موجودات' حیوانات ناطقہ اور جمادات وغیرہ' اپنے رب کی حمد وستائش کے ساتھ' اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں اور ان اوصاف سے اسے منزہ قرار دے رہے ہیں جو اس کے جلال کے لائق نہیں' نیز یہ کہ تمام موجودات اپنے رب کی مطیع اور اس کے غلبے کے سامنے سرنگوں ہے۔ ان موجودات میں اس کی حکمت کے آثار ظاہر ہوئے ہیں۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہ زبردست باحکمت ہے۔'' اس آیت کریمہ میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام مخلوقات اپنے تمام احوال میں ہر لحاظ سے اپنے رب کی محتاج ہیں' اس کے لامحدود غلبہ وقہر نے تمام اشیاء کو مغلوب ومقہور کر رکھا ہے اور اس کی حکمت عامہ اس کے

خلق وامر میں جاری وساری ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے لامحدود اقتدار کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ﴾ ”آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے، وہی زندگی دیتا ہے اور موت بھی۔“ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مخلوقات کا خالق، رازق اور اپنی قدرت کے ساتھ ان کی تدبیر کرنے والا ہے۔ ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ”اور وہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھنے والا ہے۔“ ﴿هُوَ الْاَوَّلُ﴾ جس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی ﴿وَالْاٰخِرُ﴾ جس کے بعد کوئی چیز نہ ہوگی۔ ﴿وَالظَّاهِرُ﴾ جس کے اوپر کوئی چیز نہیں ﴿وَالْبَاطِنُ﴾ جس سے پرے کوئی چیز نہیں ﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ اس کے علم نے تمام ظواہر و بواطن، تمام بھیدوں، مخفی چیزوں اور تمام متقدم اور متأخر امور کا احاطہ کر رکھا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾ ”اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔“ پہلا دن اتوار تھا اور آخری دن جمعہ تھا۔ ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ”پھر عرش پر مستوی ہوا۔“ تمام مخلوقات کے اوپر، وہ استوا جو اس کے جلال کے لائق ہے ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ﴾ اناج کا دانہ، حیوان اور بارش وغیرہ جو کچھ بھی زمین میں داخل ہوتا ہے، وہ اسے جانتا ہے۔ ﴿وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا﴾ نباتات، درخت اور حیوانات میں سے جو اس سے نکلتے ہیں، وہ انھیں جانتا ہے ﴿وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ﴾ آسمان سے جو فرشتے، تقدیریں اور رزق نازل ہوتے ہیں ﴿وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا﴾ فرشتے، ارواح، دعائیں اور اعمال وغیرہ میں سے جو آسمان کی طرف چڑھتے ہیں، سب اللہ تعالیٰ کے احاطۂ علم میں ہے۔ ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ ”اور وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔“ یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مانند ہے: ﴿مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا﴾ (المجادلة:۵۸/۷) ”تین آدمی کوئی سرگوشی کرتے ہیں تو چوتھا وہ ہوتا ہے، پانچ آدمی سرگوشی کرتے ہیں تو چھٹا وہ ہوتا ہے، نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں کہیں بھی وہ ہوں۔“ اور یہ معیت، علم اور اطلاع کی معیت ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اعمال کی جزا و سزا کا وعدہ کیا ہے، فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان تمام اعمال کو دیکھتا ہے جو تم سے صادر ہوتے ہیں اور یہ اچھے برے اعمال جو اس کی طرف لوٹتے ہیں، وہ تمھیں ان کی جزا دے گا اور ان کو تمھارے لیے محفوظ رکھے گا۔

﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ملکیت، تخلیق اور عبدیت کے اعتبار سے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اسی کی ہے، وہ اپنے اوامر کونی وقدری اور اوامر شرعی جو حکمت ربانی کے مطابق جاری وساری ہیں، کے ذریعے سے ان میں جو چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ ﴿وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ تمام اعمال اور عمل کرنے والے اللہ تعالیٰ ہی کی

طرف لوٹائے جائیں گے۔ بندے اس کے سامنے پیش کیے جائیں گے' پس وہ پاک اور ناپاک کو علیحدہ علیحدہ کر دے گا' وہ نیکوکار کو اس کی نیکی کا اور بدکار کو اس کی بدی کا بدلہ دے گا۔

﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ﴾ یعنی رات دن پر چھا جاتی ہے اور اپنی تاریکی کے ساتھ اس کو ڈھانپ لیتی ہے اور انسان آرام کرتے ہیں۔ پھر دن رات پر چھا جاتا ہے' تب زمین پر چھائی ہوئی تمام تاریکی زائل ہو جاتی ہے' تمام کون و مکان روشن ہو جاتے ہیں۔ تب بندے بھی متحرک ہو جاتے ہیں اور اپنے مصالح اور معاش کے انتظامات میں لگ جاتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا رہتا ہے' ان دونوں کے درمیان' اضافے اور کمی' طول اور قصر کو ادل بدل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس سے موسم جنم لیتے ہیں اور زمانوں کا حساب درست رہتا ہے اور بہت سے مصالح حاصل ہوتے ہیں، بہت بابرکت ہے اللہ جو تمام کائنات کا رب ہے جو بہت بلند' فضل و کرم کا مالک اور جواد ہے جس نے اپنے بندوں کو ظاہری اور باطنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ ﴿وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ یعنی جو کچھ تمام کائنات (والوں) کے سینوں میں ہے' اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے جس کے بارے میں اسے علم ہے کہ وہ ہدایت کا اہل ہے' اسے ہدایت سے نواز دیتا ہے اور جس کے بارے میں اسے علم ہے کہ وہ ہدایت کا اہل نہیں' اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ
ایمان لاؤ ساتھ اللہ اور اسکے رسول کے اور خرچ کرو اس میں سے کہ بنایا ہے اس (اللہ) نے تمہیں جانشین اس میں پس وہ لوگ
اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑦ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ
جو ایمان لائے تم میں سے اور انہوں نے خرچ کیا' ان کیلئے اجر ہے بہت بڑا○ اور کیا ہے تمہیں کہ نہیں ایمان لاتے تم ساتھ اللہ کے' جبکہ رسول
يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَ قَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑧ هُوَ
بلاتا ہے تمہیں تاکہ تم ایمان لاؤ ساتھ اپنے رب کے' اور تحقیق وہ لے چکا ہے پختہ وعدہ تم سے؟ اگر ہو تم ایمان لانے والے○ وہی ہے
الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ
جو نازل کرتا ہے اپنے بندے پر آیتیں واضح تاکہ وہ نکالے تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف'
وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑨ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ
اور بلاشبہ اللہ تم پر نہایت شفیق بڑا رحم کرنے والا ہے○ اور کیا ہے تمہیں یہ کہ نہ خرچ کرو تم اللہ کی راہ میں؟ اور اللہ ہی کے لئے ہے
مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ
میراث آسمانوں اور زمین کی' نہیں برابر تم میں سے وہ جس نے خرچ کیا پہلے فتح (مکہ) سے
وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا
اور لڑائی کی یہ لوگ زیادہ عظیم ہیں درجے میں ان لوگوں سے جنہوں نے خرچ کیا اس کے بعد اور لڑائی کی اور ہر ایک سے

وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (۱۰) مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ

وعدہ کیا ہے اللہ نے نیک جزا کا اور اللہ ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو خوب خبردار ہے ○ کون ہے وہ جو قرض دے اللہ کو

قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ (۱۱)

قرضِ حسنہ؟ پھر وہ (اللہ) بڑھاوے اس کو اس کے لیے؟ اور اس کے لیے ہے اجر عمدہ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو اللہ اور اس کے رسول پر اور جو کچھ یہ رسول لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لانے اور اللہ کے راستے میں وہ مال خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے جو اس نے ان کے اختیار میں دیا ہے اور اس پر ان کو خلیفہ بنایا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ وہ کیسے عمل کرتے ہیں، پھر جب اس نے یہ حکم دیا تو اس نے ان کے سامنے اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کے ثواب کا ذکر کر کے ان کو مال خرچ کرنے کی ترغیب دی اور اس پر آمادہ کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا﴾ یعنی جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اور انفاق فی سبیل اللہ کو جمع کیا ﴿لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾ ''ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔'' اس میں سے عظیم ترین اور جلیل ترین اجر اپنے رب کی رضا، اللہ تعالیٰ کا اکرام وتکریم والا گھر اور اس کے اندر ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مومنین اور مجاہدین کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس سبب کا ذکر فرمایا جو انھیں ایمان کی دعوت دیتا ہے اور عدم مانع کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ یعنی وہ کون سی چیز ہے جو تمھیں ایمان لانے سے روکتی ہے، حالانکہ رسول مصطفیٰ محمد ﷺ جو سب سے افضل رسول اور سب سے اچھے داعی ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ اس دعوت کو قبول کرنے اور حق کی آواز پر لبیک کہنے کے لیے جلدی سے آگے بڑھا جائے جسے محمد ﷺ لے کر تشریف لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم سے ایمان لانے کا عہد اور میثاق لے چکا ہے، اگر تم مومن ہو تو تمھیں یہ کام کرنا چاہیے۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا تم پر لطف وکرم اور اس کی عنایت ہے کہ اس نے صرف رسول کی دعوت پر اکتفا نہیں کیا جو تمام کائنات میں سب سے زیادہ شرف کے حامل ہیں بلکہ معجزات کے ذریعے سے اس رسول کی تائید کی اور جو کچھ یہ رسول لے کر آئے، اس کی صداقت پر تمھارے سامنے واضح دلائل پیش کیے۔ اس لیے فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ﴾ ''وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں اتارتا ہے۔'' یعنی ایسی ظاہری نشانیاں جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں، اس کی صداقت پر عقل مندوں کی راہ نمائی کرتی ہیں، نیز یہ اس بات کی دلیل ہیں کہ یہی حق الیقین ہے۔

﴿لِيُخْرِجَكُمْ﴾ ''تاکہ وہ تمھیں نکالے۔'' تمھاری طرف رسول مبعوث کر کے اور اس کتاب وحکمت کے

ذریعے سے جو اس نے اس رسول کے ہاتھ پر اتاری۔ ﴿مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ ''اندھیروں سے اجالے کی طرف۔'' یعنی تمھیں جہالت اور کفر کی تاریکیوں سے نکال کر علم و ایمان کی روشنی میں لائے۔ یہ تم پر اس کی رحمت و رأفت ہے کہ وہ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحیم ہے جتنی ماں اپنے بچے پر رحیم ہے ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تم پر بہت شفقت کرنے والا (اور) نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

﴿وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ یعنی وہ کون سی چیز ہے جس نے تمھیں انفاق فی سبیل اللہ سے روکا ہے اور (سَبِيْلِ اللّٰهِ) سے مراد تمام تر بھلائی کے راستے ہیں، اور تم پر واجب کیا ہے کہ تم بخل کرو۔ ﴿وَ﴾ حالانکہ کوئی چیز تمھاری ملکیت میں نہیں ہے بلکہ ﴿لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمان اور زمین اللہ تعالیٰ ہی کی میراث ہیں۔'' پس تمام اموال تمھارے ہاتھوں سے نکل جائیں گے یا تم انھیں چھوڑ کر چلے جاؤ گے پھر یہ ملکیت اس کے حقیقی مالک اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف لوٹ جائے گی۔ پس جب تک یہ اموال تمھارے ہاتھ میں ہیں اللہ کے راستے میں خرچ کر کے فائدہ اٹھاؤ اور فرصت کو غنیمت سمجھو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے احوال اور حکمت الٰہیہ کے مطابق اعمال کی ایک دوسرے پر فضیلت کا ذکر کیا چنانچہ فرمایا: ﴿لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ''تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے اللہ کے راستے میں خرچ کیا اور قتال کیا وہ برابر نہیں بلکہ ان کے درجے ان لوگوں سے بہت بڑے ہیں جنھوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیا۔'' یہاں فتح سے مراد فتح حدیبیہ ہے جب رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان صلح کا معاہدہ ہوا جو درحقیقت سب سے بڑی فتح تھی اس صلح کے دوران میں اسلام کی نشر و اشاعت ہوئی، مسلمانوں اور کفار کے درمیان میل جول ہوا اور کسی مخالفت کے بغیر دین کی دعوت دی گئی۔ اس عرصے میں لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئے اور اسلام کو عزت و غلبہ حاصل ہوا۔ اس فتح سے قبل مسلمان دین کی دعوت نہیں دے سکتے تھے سوائے ان علاقوں کے جہاں کے رہنے والوں نے اسلام قبول کر لیا تھا جیسے مدینہ منورہ اور اس کے تابع علاقے۔

اہل مکہ میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا انھیں ایذائیں برداشت کرنا پڑتی تھیں اور انھیں سخت خوف کا سامنا تھا، یہی وجہ ہے کہ جس کسی نے فتح سے قبل اسلام قبول کر کے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اس کا اجر و ثواب اور درجہ اس شخص کے درجے سے زیادہ بڑا ہے جس نے فتح کے بعد اسلام قبول کر کے جہاد کیا اور اللہ کے راستے میں خرچ کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سابقین اولین اور فضلائے صحابہ کی غالب اکثریت نے فتح سے قبل اسلام قبول کیا۔ چونکہ بعض معاملات کے درمیان فضیلت دینے سے کبھی کبھی مفضول میں نقص اور قدح متوہم ہوتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس سے احتراز کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَكُلًّا

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ یعنی وہ لوگ جو فتح سے پہلے اور اس کے بعد اسلام لائے' جہاد کیا اور اللہ کی راہ میں خرچ کیا' اللہ تعالیٰ نے ان سب کے لیے جنت کا وعدہ کر رکھا ہے ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ ''اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے۔'' چنانچہ وہ تم میں سے ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے راستے میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے کیونکہ جہاد کا تمام تر دارومدار انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد کی تیاری میں مال خرچ کرنے پر ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ ''کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے۔'' اس سے مراد پاک اور طیب مال ہے جسے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے' اس کی رضا کے مطابق' حلال اور طیب مال میں سے نہایت خوش دلی کے ساتھ خرچ کیا جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے اس انفاق کو ''قرض'' کے نام سے موسوم کیا ہے' حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مال اسی کا مال اور یہ بندے اسی کے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مال کو کئی گنا کر دینے کا وعدہ کیا ہے وہ فضل و کرم کا مالک اور بہت زیادہ داد ودہش والا ہے۔ اس انفاق کے کئی گنا ہونے کا محل ومقام روز قیامت ہے' اس روز ہر انسان پر اپنا فقر واحتیاج واضح ہو جائے گا' اس روز وہ قلیل ترین جزائے حسن کا بھی محتاج ہوگا' اس لیے فرمایا:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ
اس دن آپ دیکھیں گے ایمان والوں اور ایمان والیوں کو کہ دوڑتا ہوگا نور ان کا آگے ان کے اور دائیں ان کے
بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ
خوش خبری ہے تمہیں آج ایسے باغات کی کہ چلتی ہیں ان کے نیچے نہریں' ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں' یہی ہے
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑫ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا
کامیابی بڑی ○ اس دن کہیں گے منافق مرد اور منافق عورتیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے' تم انتظار کرو ہمارا
نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ
کہ ہم بھی کچھ روشنی حاصل کرلیں تمہارے نور سے (ان سے) کہا جائیگا تم لوٹ جاؤ اپنے پیچھے پھر تلاش کرو نور' پس حائل کردی جائیگی انکے درمیان
بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ⑬ؕ
ایک دیوار اس کا ایک دروازہ ہوگا' اندر اس کے اس میں رحمت ہوگی اور باہر اس کے اس کی طرف عذاب ہوگا ○
يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ
وہ پکاریں گے ان (مومنوں) کو کیا نہ تھے ہم تمہارے ساتھ (دنیا میں)؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں! اور لیکن تم نے فتنے میں ڈالا تھا خود کو اور انتظار کیا تم نے
وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ⑭
اور شک کیا تم نے اور فریب دیا تمہیں خواہشوں نے یہاں تک کہ آ پہنچا حکم اللہ کا اور دھوکا دیا تمہیں اللہ کی بابت دھوکے باز نے ○

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ

پس آج نہ لیا جائے گا تم سے کوئی فدیہ اور نہ ان لوگوں سے جنھوں نے کفر کیا' تمہارا ٹھکانا آگ ہے'

هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝١٥

وہی تمہارے زیادہ لائق ہے اور بری جگہ ہے لوٹ جانے کی (وہ آگ) ○

اللہ تعالیٰ ایمان کی فضیلت اور قیامت کے روز اہل ایمان کی فرحت و مسرت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ﴾ ''اس دن آپ ایمان والوں اور ایمان والیوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہوگا۔'' یعنی جب قیامت کا دن ہوگا سورج کو لپیٹ دیا جائے گا' چاند کو بے نور کر دیا جائے گا' تمام لوگ اندھیرے میں ہوں گے اور جہنم کے اوپر پل صراط نصب کر دیا جائے گا' تب تو مومنین اور مومنات کو دیکھے گا کہ ان کی روشنی ان کے آگے اور ان کے دائیں چل رہی ہوگی اور وہ اس نہایت مشکل اور ہولناک مقام پر' اپنے ایمان اور روشنی کے ساتھ جا رہے ہوں گے' ہر شخص کو اپنے اپنے ایمان کی مقدار کے مطابق روشنی حاصل ہوگی۔

اس مقام پر ان کو سب سے بڑی خوشخبری دی جائے گی' پس ان سے کہا جائے گا: ﴿بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''تم کو بشارت ہو کہ آج تمہارے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں تم ان میں ہمیشہ رہو گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔'' اللہ اللہ! یہ خوشخبری ان کے دلوں کے لیے کتنی شیریں اور ان کے نفوس کے لیے کتنی لذیذ ہوگی' جہاں انھیں ہر مطلوب و محبوب چیز حاصل ہوگی اور وہ ہر شر اور ڈرانے والے امر سے نجات پائیں گے۔

جب منافقین دیکھیں گے کہ اہل ایمان روشنی میں چلے جا رہے ہیں اور خود ان کی روشنی بجھ گئی ہے اور وہ اندھیروں میں حیران و پریشان باقی رہ گئے ہیں تو وہ اہل ایمان سے کہیں گے: ﴿انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ﴾ یعنی ٹھہرو! تاکہ ہم تمھاری روشنی سے کچھ روشنی لے کر اس کے اندر چل سکیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں' تو ﴿قِيْلَ﴾ ان سے کہا جائے گا: ﴿ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا﴾ ''پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو۔'' یعنی اگر ایسا کرنا ممکن ہے' حالانکہ یہ ممکن نہ ہوگا بلکہ یہ بالکل محال ہوگا۔ ﴿فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ﴾ ''تب حائل کر دی جائے گی ان کے درمیان۔'' یعنی مومنین اور منافقین کے درمیان ﴿بِسُوْرٍ﴾ ناقابل عبور دیوار اور ایک محفوظ رکاوٹ بنا دی جائے گی۔ ﴿لَهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ﴾ ''جس کا ایک دروازہ ہوگا جو اس کی اندرونی جانب ہے اس میں تو رحمت ہے۔'' اور یہ وہ حصہ ہے جو مومنین کی طرف ہوگا ﴿وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ﴾ ''اور جو اس کی بیرونی جانب ہے اس طرف عذاب ہے۔'' اور یہ وہ حصہ ہے جو منافقین کی طرف ہوگا۔

منافقین اہل ایمان کو پکاریں گے اور رحم کی درخواست کرتے ہوئے نہایت عاجزی سے کہیں گے: ﴿ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ﴾ کیا دنیا میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے میں ہم تمھارے ساتھ نہ تھے، ہم بھی نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، جہاد کرتے تھے اور تمھارے جیسے عمل کرتے تھے؟ ﴿ قَالُوْا بَلٰى ﴾ مومنین جواب دیں گے: کیوں نہیں! تم دنیا میں ہمارے ساتھ تھے اور ظاہر میں ہمارے جیسے اعمال بھی بجالاتے تھے مگر تمھارے اعمال ایمان، سچی اور صالح نیت سے خالی تھے بلکہ ﴿ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ ﴾ ''تم نے خود اپنے آپ کو فتنے میں ڈال لیا تھا، اور تم نے (اہل ایمان کی بابت گردش زمانہ کا) انتظار کیا اور شک کرتے رہے۔'' یعنی تم نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر میں شک کیا جو شک کو قبول نہیں کرتی۔ ﴿ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ ﴾ یعنی جھوٹی تمناؤں نے تمھیں دھوکے میں رکھا، تم تمنا کرتے تھے کہ تم بھی مومنین کے مقام پر پہنچ جاؤ گے اور حال تمھارا یہ تھا کہ تم دولت یقین سے تہی دامن تھے۔ ﴿ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ ﴾ حتیٰ کہ موت نے تمھیں آلیا اور تمھاری وہی مذموم حالت تھی۔ ﴿ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴾ ''تمھیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے والے نے دھوکے ہی میں رکھا۔'' اس سے مراد شیطان ہے جس نے کفر اور شک کو تمھارے سامنے آراستہ کر دیا، تم اس پر بڑے مطمئن تھے، تم نے اس کے وعدے پر بھروسا کیا اور اس کی دی ہوئی خبر کی تصدیق کی۔

﴿ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''لہٰذا آج تم سے فدیہ قبول کیا جائے گا نہ کافروں سے۔'' اگرچہ تم زمین بھر سونا، نیز اتنا ہی مزید اپنے فدیے میں ادا کرو تو تم سے یہ فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا ﴿ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ﴾ یعنی جہنم تمھارا ٹھکانا ہے۔ ﴿ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ﴾ یہ جہنم تمھارا والی ہوگا اور تمھیں اپنے پاس رکھے گا۔ ﴿ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ اور جہنم بہت برا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ○ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ○ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴾ (القارعة: ١٠١/٨-١١) ''اور جن کے اعمال کے وزن ہلکے نکلیں گے تو ان کا ٹھکانا ہاویہ ہے، اور آپ کیا جانیں کہ یہ ہاویہ کیا ہے، یہ دہکتی ہوئی آگ ہے۔''

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ

کیا نہیں وقت آیا ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے یہ کہ جھک جائیں انکے دل واسطے ذکر الٰہی کے اور (واسطے اسکے) جو نازل ہوا

مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ

حق سے اور نہ ہوں وہ مانند ان لوگوں کے جو دیئے گئے کتاب اس سے پہلے؟ پس لمبی ہوگئی اوپر ان کے

الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ⑯ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ

مدت تو سخت ہوگئے ان کے دل اور بہت سے ان میں سے فاسق ہیں ○ تم جان لو کہ بلاشبہ اللہ زندہ کرتا ہے

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ⑰

زمین کو بعد اس کی موت کے، تحقیق بیان کیں ہم نے تمہارے لئے آیتیں تاکہ تم عقل پکڑو ○

جب اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ آخرت میں مومنین اور مومنات، منافقین اور منافقات کا کیا حال ہوگا، یہ چیز دلوں کو اپنے رب کے خوف وخشوع اور اس کی عظمت کے سامنے عجز وانکسار کی دعوت دیتی ہے، تب اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر ان کے دلوں میں خشوع اور انکسار نہ ہونے کی بنا پر عتاب فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ﴾ یعنی کیا ابھی مومنوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل نرم ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ڈر جائیں۔ اس سے مراد قرآن ہے۔ اور اس کے اوامر ونواہی اور جو حق نازل ہوا ہے جسے محمد کریم ﷺ لے کر تشریف لائے ہیں، اس سے ڈر جائیں اور اس کے سامنے سرخم کر دیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کتاب وحکمت کے لیے جو اس نے نازل فرمائی ہے، خشوع وخضوع کی ترغیب ہے، نیز اس امر کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ اہل ایمان مواعظ الٰہیہ اور احکام شرعیہ سے نصیحت حاصل کریں اور ہر وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہیں۔ ﴿وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ﴾ یعنی ان لوگوں کے مانند نہ ہو جائیں جن پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی جو خشوع قلب اور کامل اطاعت وتسلیم کی موجب تھی، پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے نہ دائمی طور پر اس پر قائم رہے بلکہ زمانے گزر گئے اور ان کی غفلت جڑ پکڑ گئی، ان کا ایمان کمزور اور ایقان زائل ہو گیا۔ ﴿فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ”پس ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔“ پس دل ہر وقت اس امر کے محتاج ہیں کہ وہ اس کتاب سے نصیحت حاصل کرتے رہیں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اور حکمت کی گفتگو کرتے رہیں، اس کتاب سے غفلت نہ برتی جائے کیونکہ یہ چیز دل کی سختی اور آنکھ کے جمود کا سبب بنتی ہے۔

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ”یقین مانو کہ اللہ ہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ یقیناً ہم نے تو تمھارے لیے اپنی آیتیں بیان کر دیں تاکہ تم سمجھو۔“ کیونکہ آیات الٰہی مطالب الٰہیہ کی طرف عقل کی راہ نمائی کرتی ہیں۔ وہ ہستی جس نے زمین کے مرنے کے بعد اسے حیات نو بخشی، اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو دوبارہ زندگی عطا کرے اور پھر ان کو ان کے اعمال کی جزا دے۔ پس وہ ہستی جس نے زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد، بارش کے پانی کے ذریعے سے اسے دوبارہ زندہ کیا، وہ مردہ دلوں کو اس حق کے ذریعے سے زندگی بخشنے کی قدرت رکھتی ہے جو اس نے اپنے رسول (ﷺ) پر نازل کیا۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جو کوئی آیات الٰہی سے راہ نمائی حاصل کرتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے سامنے سرتسلیم خم کرتا ہے، وہ عقل سے بے بہرہ ہے۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَهُمْ

بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور جنہوں نے قرض دیا اللہ کو قرض حسنہ تو وہ بڑھایا جائے گا واسطے انکے

وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ ق

اور ان کے لئے ہے اجر عمدہ ○ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ساتھ اللہ اور اس کے رسولوں کے' یہی لوگ ہیں راست باز'

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور گواہی دینے والے نزدیک اپنے رب کے' ان کے لئے اجر ہے ان کا اور نور ہے ان کا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا

وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾ ع ۲ ع ۱۸

اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو یہی ہیں جہنمی ○

﴿اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ﴾ یعنی وہ مرد اور عورتیں جو نہایت کثرت سے صدقہ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ ﴿وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ ''اور اللہ کو اچھا قرض دیتے ہیں۔'' یعنی وہ بھلائی کے راستوں میں اپنا مال پیش کرتے ہیں جو ان کے رب کے ہاں ان کے لیے ذخیرہ بن جاتا ہے۔ ﴿يُّضٰعَفُ لَهُمْ﴾ ''ان کو دو چند اجر دیا جائے گا۔'' ایک نیکی کا اجر و ثواب دس سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی کئی گنا بڑھ جاتا ہے ﴿وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ﴾ ''اور ان کے لیے اجر کریم ہے۔'' یہ وہ اجر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت میں تیار کر رکھا ہے جسے نفس نہیں جانتے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ﴾ ''اور وہ لوگ جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔'' اہل سنت کے نزدیک ایمان جس پر قرآن و سنت دلالت کرتے ہیں' وہ ہے قلب و لسان کا قول اور قلب و لسان اور جوارح کا عمل' تب یہ چیز دین کے تمام ظاہری و باطنی شرائع کو شامل ہے۔ پس جنھوں نے ان تمام امور کو جمع کر لیا وہ صدّیق ہیں جن کا مرتبہ عام مومنوں سے اوپر اور انبیاء سے نیچے ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ﴾ ''اور شہید ہیں' ان کے رب کے ہاں ان کے لیے ان کا اجر ہوگا اور ان کی روشنی۔'' کا معنی وہی ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے: ''جنت کے سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فرق ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کو مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھا ہے۔''① اور یہ چیز ان کے انتہائی بلند مرتبہ' ان کی رفعت اور اللہ تعالیٰ سے ان کے قرب کا تقاضا کرتی ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ ''اور جو لوگ کفر کرتے ہیں اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ جہنمی ہیں۔'' ان آیات کریمہ نے مخلوق کی تمام اصناف' یعنی صدقہ کرنے والوں' صدیقین' شہداء اور اہل جہنم کے تذکرے کو یکجا کر دیا ہے۔ پس صدقہ کرنے والے وہ لوگ ہیں جن کے اعمال کا بڑا حصہ مخلوق کے ساتھ حسن سلوک اور ممکن حد تک ان کو فائدہ پہنچانے' خاص طور پر ان کو اللہ کے راستے میں مال کے ذریعے سے

---

① صحيح البخاري' الجهاد والسير' باب درجات المجاهدين في سبيل الله' حديث: ٢٧٩٠

فائدہ پہنچانے پر مشتمل ہے۔ صدِّیق وہ لوگ ہیں جنھوں نے ایمان، عمل صالح، علم نافع اور یقین صادق کے مراتب کو مکمل کر لیا۔ شہید وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے کلمے کو غالب کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا، اپنے جان و مال کو خرچ کیا اور قتل ہو گئے۔ اہل جہنم وہ کفار ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا۔

مذکورہ بالا اقسام کے علاوہ ایک قسم باقی رہ گئی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاطر میں کیا ہے اور وہ ہیں مقتصدین جنھوں نے واجبات کو ادا کیا، محرمات کو ترک کیا، البتہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں ان سے کچھ تقصیر واقع ہوئی۔ اگرچہ ان میں سے بعض کو ان کے بعض افعال کے سبب سے سزا ملے گی، تاہم مآل کار وہ جنت میں جائیں گے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ

تم جان لو! یقیناً حیات دنیا کھیل ہے اور تماشہ ہے اور زینت ہے اور فخر کرنا ہے آپس میں اور

تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ

ایک دوسرے پر کثرت جتلانا ہے مالوں اور اولاد میں، مانند بارش کے کہ خوش لگتا ہے کسانوں کو سبزہ اس کا پھر

يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ؕ وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ

وہ خشک ہو جاتا ہے پس آپ دیکھتے ہیں اس کو زرد شدہ، پھر ہو جاتا ہے وہ چورا چورا اور آخرت میں عذاب ہے بہت سخت

وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ⑳

اور مغفرت ہے اللہ کی طرف سے اور رضا مندی اور نہیں زندگانیٔ دنیا مگر سامان دھوکے کا ○

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ

دوڑو تم مغفرت کی طرف اپنے رب کی اور اس جنت کی (طرف) کہ اس کی چوڑائی ہے مانند چوڑائی آسمان

وَ الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ

اور زمین کے وہ تیار کی گئی ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ساتھ اللہ اور اس کے رسولوں کے، یہ ہے فضل اللہ کا،

يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ㉑

وہ دیتا ہے یہ جسے چاہے، اور اللہ عظیم فضل والا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ دنیا اور ان امور کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جن پر دنیا کا دارومدار ہے، نیز دنیا اور دنیا والوں کی غایت و انتہا بیان فرماتا ہے۔ دنیا بس لہو و لعب ہے جس کے ساتھ بدن کھیلتے ہیں اور اس کی وجہ سے قلب غافل ہوتے ہیں۔ جو کچھ دنیا میں موجود ہے اور ابنائے دنیا سے جو کچھ واقع ہوتا ہے وہ اس کا مصداق ہے۔ آپ ابنائے دنیا کو پائیں گے کہ انھوں نے اپنی عمر کے اوقات کو غفلت قلب میں صرف کیا اور وہ ذکر الٰہی اور آئندہ پیش

آنے والے وعدو وعید سے غافل رہے۔ آپ اہل بیدار اور آخرت کے لیے عمل کرنے والوں کو ان کے برعکس دیکھیں گے کیونکہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر' اس کی معرفت اور اس کی محبت سے معمور ہیں۔ وہ اپنے اوقات کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والے ایسے اعمال میں صرف کرتے ہیں جن کا فائدہ ان کو پہنچتا ہے اور دوسروں کو بھی پہنچتا ہے۔

اور فرمایا: ﴿وَّ زِیْنَةٌ﴾ یعنی لباس' مشروبات' سواریوں' گھروں' محلات اور دنیاوی جاہ وغیرہ کے ذریعے سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا ہے۔ ﴿وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ﴾ ''اور آپس میں فخر کرنا ہے۔'' یعنی ان چیزوں کو رکھنے کے لیے ہر شخص دوسرے پر فخر کا اظہار کرنا چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ان امور میں وہی غالب رہے اور ان احوال میں بس اسی کو شہرت حاصل رہے۔ ﴿وَّ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ﴾ یعنی ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ وہ مال اور اولاد میں دوسروں سے بڑھ کر ہو۔ دنیا سے محبت کرنے والے اور اس پر مطمئن رہنے والے اس کا مصداق ہیں۔ اس کے برعکس وہ شخص جو دنیا اور اس کی حقیقت کو جانتا ہے' وہ اسے مستقل ٹھکانا نہیں بناتا بلکہ اسے گزرگاہ خیال کرتا ہے' وہ ایسے اعمال میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں اور ایسے وسائل اختیار کرتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتے ہیں۔ جب وہ کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہے جو اس کے ساتھ دنیا' مال و متاع اور اولاد کی کثرت میں مقابلہ کرتا ہے تو یہ اعمال صالحہ میں اس کا مقابلہ کرتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس دنیائے فانی کے لیے بارش کی مثال دی ہے' جو زمین پر برستی ہے اور اس کی نباتات کو سیراب کرتی ہے جس سے لوگ اور مویشی اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں' یہاں تک کہ جب زمین پوری طرح لہلہانے لگتی ہے اور اس کی نباتات کفار کو بھلی لگتی ہیں جن کی نظر و ہمت صرف دنیا ہی پر مرکوز ہوتی ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم آجاتا ہے جو انھیں ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ نباتات خشک ہو کر اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ جاتی ہیں' گویا کہ وہاں کبھی ہریالی اگی تھی نہ وہاں کبھی کوئی خوبصورت منظر ہی دیکھا گیا تھا۔ یہی حال اس دنیا کا ہے۔ یہ اپنے چاہنے والے کے لیے نہایت خوش نما اور خوبصورت ہوتی ہے وہ جب بھی اس دنیا سے اپنا مطلوب حاصل کرنا چاہتا ہے' حاصل کر لیتا ہے اور جب بھی وہ کسی دنیاوی معاملے کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے دروازوں کو کھلا ہوا پاتا ہے۔ جب تقدیر نے اس کو آلیا اور اس سے وہ سب کچھ چھین لیا جو اس کے ہاتھ میں تھا اور اس پر سے اس کے تسلط کو زائل کر دیا، یا اسے خوشنما دنیا سے دور کر دیا تو وہ اس دنیا سے خالی ہاتھ روانہ ہوا اور کفن کے سوا اس کے پاس کوئی زادراہ نہ تھا۔ پس ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جس کی آرزو کی انتہا یہ دنیا ہے اور اسی کے لیے اس کے اعمال اور اس کی بھاگ دوڑ تھی۔

رہا وہ عمل جو آخرت کے لیے کیا جاتا ہے تو یہ وہی عمل ہے جو فائدہ دیتا ہے اور عمل کرنے والے کے لیے ذخیرہ کر دیا جاتا ہے اور ہمیشہ بندے کے ساتھ رہتا ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ وَّ مَغْفِرَةٌ

﴿مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ﴾ ”اور آخرت میں سخت عذاب اور اللہ کی مغفرت اور رضا مندی ہے۔“ یعنی آخرت کا حال ان دو امور سے خالی نہیں۔ اوّلاً: تو اس شخص کے لیے جہنم کی آگ میں سخت عذاب، جہنم کی بیڑیاں اور زنجیریں اور اس کی ہولناکیاں ہوں گی جس کی غایت مقصود اور منتہائے مطلوب محض دنیا ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جسارت کرتا ہے، آیات الٰہی کو جھٹلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناسپاسی کرتا ہے۔ ثانیاً: یا اس شخص کے لیے گناہوں کی بخشش، عقوبتوں کا ازالہ اور دار رضوان میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگی، یہ سب اس شخص کے لیے ہے جس نے دنیا کی حقیقت کو پہچان لیا اور آخرت کے لیے بھرپور کوشش کی۔ یہ سب کچھ دنیا میں زہد اور آخرت میں رغبت کی دعوت دیتا ہے، اس لیے فرمایا: ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ”اور دنیا کی زندگی تو محض متاع فریب ہے۔“ یعنی یہ صرف ایسی متاع ہے جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور اس سے ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں، اس کی وجہ سے فریب میں صرف وہی لوگ مبتلا ہوتے اور اس پر مطمئن رہتے ہیں جو ضعیف العقل ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں شیطان نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مغفرت، رضا اور جنت کی طرف مسابقت کا حکم دیا ہے اور یہ چیز مغفرت کے اسباب کے لیے کوشش کرنے، یعنی خالص توبہ اور نفع مند استغفار کرنے، گناہ اور گناہ کے اسباب سے دور رہنے ہی سے ممکن ہے، نیز عمل صالح کے ذریعے سے اللہ کی رضا کی طرف سبقت اور ان امور پر دوام کی حرص کرنے سے ممکن ہے جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہے، یعنی خالق کی عبادت میں احسان اور مخلوق کو ہر لحاظ سے فائدہ پہنچا کر ان کے ساتھ حسن سلوک کے ذریعے ہی سے یہ چیز حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان اعمال کا ذکر فرمایا جو اس کے موجب ہیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ ”اور جنت جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کا سا ہے۔ جو ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان میں دین کے تمام اصول و فروع داخل ہیں۔

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ یعنی ہم نے تمھارے سامنے جو کچھ بیان کیا ہے اور جنت تک پہنچانے والے طریقوں اور جہنم میں گرانے والے جن راستوں کی نشاندہی کی ہے، وہ سب اللہ کا فضل ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا اجر عظیم اور ثواب جمیل، اس کا اپنے بندوں پر سب سے بڑا احسان اور فضل و کرم ہے ﴿وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ ”اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔“ جس کی ثنا کوئی شمار نہیں کر سکتا بلکہ وہ اسی طرح ہے جس طرح اس نے خود اپنی ثنا بیان کی۔ اس کے بندوں میں سے جو کوئی اس کی ثنا بیان کرتا ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ

نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہارے نفسوں میں مگر (وہ لکھی) ہے کتاب میں اس سے

قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ۚ﴿٢٢﴾ لِّـكَيۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰى مَا

پہلے کہ ہم پیدا کریں اس کو یقیناً یہ اللہ پر نہایت آسان ہے ○ تاکہ نہ غم کھاؤ تم اس پر جو

فَاتَكُمۡ وَلَا تَفۡرَحُوۡا بِمَاۤ اٰتٰٮكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرِ ۙ﴿٢٣﴾

فوت ہو جائے تم سے اور نہ اتراؤ تم اس پر جو وہ دے تمہیں اور اللہ نہیں پسند کرتا ہر اترانے والے فخر کرنے والے کو ○

الَّذِيۡنَ يَبۡخَلُوۡنَ وَيَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَلَّ

وہ لوگ جو (خود بھی) بخل کرتے ہیں اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بخل (کرنے) کا، اور جو شخص منہ پھیرے

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ ﴿٢٤﴾

تو بلاشبہ اللہ ہی بے پروا قابل تعریف ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قضا و قدر کی عمومیت کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿مَاۤ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ﴾ یہ آیت کریمہ خیر و شر پر مبنی ان تمام مصائب کو شامل ہے جو مخلوق پر نازل ہوتی ہیں۔ ہر چھوٹی بڑی تقدیر لوح محفوظ میں درج ہے۔ یہ ایک بہت بڑا معاملہ ہے، عقل جس کا احاطہ نہیں کر سکتی اور اس مقام پر بڑے بڑے خرد مند تھکے تھکے رہ جاتے ہیں مگر یہ اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔

﴿لِّـكَيۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰى مَا فَاتَكُمۡ وَلَا تَفۡرَحُوۡا بِمَاۤ اٰتٰٮكُمۡ﴾ اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے تاکہ ان کے سامنے یہ قاعدہ متحقق ہو جائے اور ان پر جو خیر و شر نازل ہوتا ہے اس کی بنا اس قاعدہ پر رکھیں۔ پس جس چیز کو ان کے دل چاہتے تھے اور اس کا اشتیاق رکھتے تھے اس کے فوت ہونے پر مایوس اور غمگین نہ ہوں گے کیونکہ انھیں معلوم ہے کہ یہ سب کچھ لوح محفوظ میں درج تھا جس کا نافذ اور واقع ہونا ایک لازمی امر تھا اور اس نوشتے کے وقوع کو روکنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کو عطا کیا ہے وہ اس پر تکبر اور اتراہٹ کے ساتھ فرحت کا اظہار نہ کریں گے کیونکہ انھیں علم ہے کہ انھیں جو کچھ حاصل ہوا ہے انھیں اپنی قوت اور طاقت سے حاصل نہیں ہوا بلکہ یہ سب کچھ تو انھیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے احسان کے ذریعے سے حاصل ہوا ہے۔ لہٰذا ان کو چاہیے کہ وہ اس ہستی کے شکر میں مشغول رہیں جس نے نعمتیں عطا کیں اور زحمتوں کو دور کیا۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ درشت خو خود پسند اور متکبر کو پسند نہیں کرتا جو فخر کرتا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو خود اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور اسے یہ نعمتیں سرکشی اور غفلت میں مبتلا کرتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ اِذَا خَوَّلۡنٰهُ نِعۡمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوۡتِيۡتُهٗ عَلٰى عِلۡمٍ ؕ بَلۡ هِىَ فِتۡنَةٌ﴾ (الزمر: ٤٩/٣٩) ”پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے نعمتوں سے نوازدیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے میرے علم و دانش کی وجہ سے عطا کیا گیا ہے“ (ایسی بات

نہیں) بلکہ یہ تو ایک آزمائش ہے۔"

﴿ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ﴾ "جو لوگ خود بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں۔" یعنی دونوں مذموم کاموں کو اکٹھا کر لیتے ہیں جن میں سے ہر ایک شر کے لیے کافی ہے۔ ایک تو بخل ہے جس سے مراد حقوق واجبہ کی ادائیگی سے باز رہنا ہے اور دوسرا وہ لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں۔ انھوں نے بخل ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انھوں نے دیگر لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیا اور اپنے قول و فعل سے انھیں مذموم صفت کو اختیار کرنے کی ترغیب دی۔ اور یہ ان کا اپنے رب کی اطاعت سے اعراض کرنا اور منہ موڑنا ہے۔ ﴿ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ ﴾ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑتا ہے تو وہ صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾ "بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز اور سزاوارِ حمد و ثنا ہے۔" جس کا غنا اس کی ذات کے لوازمات میں سے ہے جو آسمانوں اور زمین کے اقتدار کا مالک ہے اور جس نے اپنے بندوں کو غنی اور مال دار بنایا۔ ﴿ الْحَمِيْدُ ﴾ وہ ہستی ہے۔ جس کا ہر نام اچھا، ہر وصف کامل، اور ہر فعل خوبصورت ہے، وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی حمد و ثنا بیان کی جائے اور اس کی تعظیم کی جائے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ
البتہ تحقیق بھیجے ہم نے اپنے رسول ساتھ واضح دلیلوں کے، اور نازل کی ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان تاکہ قائم رہیں
النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ
لوگ انصاف پر، اور نازل کیا ہم نے لوہا اس میں لڑائی ہے بہت سخت اور فائدے ہیں لوگوں کے لئے
وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۠﴿۲۵﴾ وَ لَقَدْ
اور تاکہ جان لے اللہ اسکو جو مدد کرتا ہے اسکی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے بلاشبہ اللہ قوی ہے، بڑا زبردست ○ اور البتہ تحقیق
اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ
بھیجا ہم نے نوح کو اور ابراہیم کو، اور رکھی ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب، پس کچھ ان میں سے ہدایت پانے والے ہیں
وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى
اور بہت سے ان میں سے فاسق ہیں ○ پھر لگا تار پیچھے بھیجا ہم نے اوپر انکے نقش قدم کے اپنے رسولوں کو اور پیچھے بھیجا ہم نے عیسیٰ
ابْنِ مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ۬ وَ جَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً
ابن مریم کو اور دی ہم نے اس کو انجیل، اور رکھ دی ہم نے دلوں میں ان لوگوں کے جنھوں نے پیروی کی اس کی، شفقت
وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ
اور مہربانی اور رہبانیت کو انہوں نے خود ایجاد کیا تھا اسے نہیں لکھا تھا ہم نے اسے ان پر سوائے تلاش کرنے رضائے الٰہی کے

رکوع ۱۹

فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ

پس نہ رعایت کی انہوں نے اس کی جیسا حق تھا اس کی رعایت کا' پھر دیا ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ان میں سے

اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

اجر ان کا اور بہت سے ان میں سے فاسق ہیں ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ''یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا۔'' اس سے مراد وہ دلائل' شواہد اور علامات ہیں جو اس چیز کی صداقت اور حقیقت پر دلالت کرتی ہیں جسے انبیائے کرام لے کر آئے ہیں ﴿ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ ﴾ ''اور ہم نے ان پر کتاب اتاری۔'' (الْكِتٰبَ) اسم جنس ہے جو ان تمام کتابوں کو شامل ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت اور ان امور کی طرف راہنمائی کے لیے نازل فرمایا ہے جو ان کے دین و دنیا میں فائدہ مند ہیں۔ ﴿ وَ الْمِيْزَانَ ﴾ ''اور میزان۔'' اور وہ اقوال و افعال میں عدل کا نام ہے۔ وہ دین جو تمام رسول لے کر آئے وہ اوامر و نواہی اور مخلوق کے تمام معاملات' تمام جرائم' حدود' قصاص اور وراثت کے معاملات وغیرہ میں' سراسر عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ اور یہ اس لیے ﴿ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ﴾ تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کر کے اور اپنے مصالح کے حصول کی خاطر جن کو شمار کرنا ممکن نہیں' عدل و انصاف پر قائم رہیں۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ تمام انبیاء و رسل' شریعت کے قاعدے پر متفق ہیں اور وہ ہے عدل کو قائم کرنا اگرچہ زمان و احوال کے مطابق عدل کی صورتیں مختلف ہیں۔

﴿ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ ﴾ ''اور ہم نے لوہا پیدا کیا' اس میں سخت ہیبت و قوت ہے۔'' یعنی آلات حرب' مثلاً: ہر قسم کا اسلحہ اور زرہ بکتر وغیرہ۔ ﴿ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ﴾ ''اور لوگوں کے لیے منافع ہیں۔'' یہ وہ منافع ہیں جن کا مشاہدہ مختلف انواع کی صنعت و حرفت' مختلف اقسام کے برتنوں اور زرعی آلات میں کیا جا سکتا ہے' یہاں تک کہ کم ہی کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہو گی جو لوہے کی محتاج نہ ہو ﴿ وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ﴾ ''تاکہ اللہ اسے جان لے جو بن دیکھے اس کی اور اس کے رسول کی مدد کرتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے کتاب اور لوہا اس لیے نازل فرمایا کہ وہ اس کے ذریعے سے آزمائش کا بازار گرم کرے تاکہ واضح ہو جائے کہ کون اس حالت غیب میں اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں جس میں وہ ایمان فائدہ دیتا ہے جو مشاہدہ سے قبل ہو' مشاہدہ کے اندر ایمان کے وجود کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ تب تو ایمان ضروری اور اضطراری ہو گا۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے۔'' یعنی اسے کوئی عاجز کر سکتا ہے نہ کوئی بھاگنے والا اس سے بچ کر کہیں جا سکتا ہے۔ یہ اس کی قوت اور غلبے کا نشان ہے کہ اس نے لوہا نازل کیا جس سے بڑے بڑے طاقتور آلات بنتے ہیں۔ یہ اس کی طاقت اور غلبہ ہی ہے کہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی قدرت رکھتا ہے مگر وہ اپنے

دشمنوں کے ذریعے سے اپنے اولیاء کو آزماتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ کون بن دیکھے اس کی مدد کرتا ہے۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے کتاب اور لوہے کو اکٹھا بیان کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان دونوں چیزوں کے ذریعے سے اپنے دین کو نصرت عطا کرتا ہے اور وہ اپنے کلمے کو کتاب کے ذریعے سے جس میں حجت و برہان ہے اور سیفِ ناصر کے ذریعے سے، اللہ کے حکم کے ساتھ بلند کرتا ہے۔ دونوں عدل و انصاف قائم کرتی ہیں جس کے ذریعے سے باری تعالیٰ کی حکمت' اس کے کمال اور اس کی شریعت کے کمال پر استدلال کیا جاتا ہے جس کو اس نے اپنے رسولوں کی زبان پر مشروع فرمایا۔

جب اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیائے کرام کی نبوت کا عمومی ذکر فرمایا تو ان میں سے دو خاص نبیوں' یعنی حضرت نوح اور ابراہیم علیہما السلام کا ذکر بھی فرمایا جن کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے نبوت اور کتاب کو جاری کیا' چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾ ''بے شک ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب جاری رکھی۔'' یعنی تمام انبیائے متقدمین و متاخرین حضرت نوح اور ابراہیم علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ اسی طرح تمام کتابیں انہی دو انبیائے کرام کی اولاد پر نازل ہوئیں ﴿فَمِنْهُمْ﴾ یعنی ان لوگوں میں سے جن کی طرف ہم نے رسول مبعوث کیے' بعض لوگ ﴿مُّهْتَدٍ﴾ ان انبیاء کی دعوت کے ذریعے سے ہدایت یافتہ' ان کے احکام کی اطاعت کرنے والے اور ان کی ہدایت سے راہ نمائی حاصل کرنے والے ہوئے۔ ﴿وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی اطاعت سے خارج ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ (یوسف: ۱۰۳/۱۲) ''اور اکثر لوگ، خواہ آپ کتنی ہی خواہش کریں ایمان لانے والے نہیں۔''

﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا﴾ پھر ہم نے بھیجے ﴿عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾ ''ان کے پیچھے لگا تار اپنے رسول اور ہم نے ان سب کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا۔'' اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا ہے کیونکہ سیاق آیات نصاریٰ کے بارے میں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ﴾ ''اور ہم نے ان کو انجیل دی۔'' جو اللہ تعالیٰ کی فضیلت والی کتابوں میں سے ہے ﴿وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً﴾ ''اور ڈال دی ہم نے ان کے پیروکاروں کے دلوں میں شفقت اور مہربانی۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (المائدۃ: ۵/ ۸۲) ''آپ پائیں گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی رکھنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور مودت و محبت کے اعتبار سے آپ مومنوں کے سب سے زیادہ

قریب ان لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصرانی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور راہب بھی اور (اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ) وہ تکبر نہیں کرتے۔'' اسی لیے جب نصرانی عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر قائم تھے تو دوسروں کی نسبت زیادہ نرم دل تھے۔ ﴿وَ رَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا﴾ ''اور رہبانیت کو انھوں نے از خود ایجاد کرلیا۔'' رہبانیت سے مراد عبادت ہے۔ پس انھوں نے اپنی طرف سے ایک عبادت ایجاد کر لی اور اپنے لیے اسے وظیفہ بنالیا اور انھوں نے مختلف لوازم کا التزام کیا جن کو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض نہیں کیا تھا بلکہ انھوں نے خود اپنی طرف سے اپنے آپ پر لازم ٹھہرایا تھا اس سے ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا تھا۔ مگر بایں ہمہ ﴿فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾ یعنی وہ اس پر قائم رہ سکے نہ اس کے حقوق ہی ادا کر سکے، پس وہ دو اعتبار سے قصور کے مرتکب ہوئے۔ اول: اس عبادت کو ایجاد کرنے کے اعتبار سے۔ ثانی: اس اعتبار سے کہ انھوں نے اپنے آپ پر جس چیز کو فرض کیا تھا اس پر قائم نہ رہ سکے۔ یہ حال ان کے غالب احوال میں سے تھا اور ان میں سے کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر استقامت کے ساتھ قائم تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ﴾ یعنی وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو اس کے ایمان کے مطابق اجر عطا کیا ہے ﴿وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ''اور ان میں سے زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ڈرو تم اللہ سے اور ایمان لاؤ اس کے رسول پر، وہ دے گا تمھیں دو حصے اپنی رحمت سے

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا

اور بنائے گا تمھارے لیے ایسا نور کہ تم چلو گے ساتھ اسکے اور وہ بخش دے گا تمھیں اور اللہ بہت معاف کرنیوالا بڑا رحم کرنیوالا ہے ○ تاکہ

يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ

جان لیں اہل کتاب یہ کہ بلاشبہ وہ نہیں قدرت رکھتے اوپر کسی چیز کے اللہ کے فضل سے اور یہ کہ بلاشبہ (تمام) فضل

بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ ربع

اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ دیتا ہے یہ (فضل) جس کو چاہتا ہے، اور اللہ عظیم فضل والا ہے ○

اس آیت کریمہ میں یہ احتمال ہے کہ یہ خطاب ان اہل کتاب سے ہو جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے ایمان کے تقاضے پر عمل کریں۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں، اس کی نافرمانی کو چھوڑ دیں اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔ اگر وہ یہ کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں عطا کرے گا: ﴿كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ﴾ ''اپنی رحمت سے دوگنا اجر۔'' یعنی ان کے اجر کے دو حصے ہیں: ایک حصہ

ان کے سابق رسولوں پر ایمان لانے کے بدلے میں اور دوسرا حصہ محمد ﷺ پر ایمان لانے کے بدلے میں۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ حکم عام ہے اور اس میں اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سب داخل ہیں اور یہی ظاہر ہے‘ نیز اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایمان اور تقویٰ کا حکم دیا ہے جس میں دین کا تمام ظاہر و باطن اور اصول و فروع داخل ہے اور اگر وہ اس عظیم حکم کی تعمیل کریں گے ﴿ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ ﴾ تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انھیں دوگنا اجر عطا کرے گا جس کی مقدار اور وصف اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس سے مراد یا تو ایمان لانے پر اجر اور تقویٰ اختیار کرنے پر اجر ہے یا اوامر کی تعمیل پر اجر اور نواہی سے اجتناب کرنے پر اجر ہے یا تثنیہ سے مراد یکے بعد دیگرے عطائے ثواب میں تکرار ہے۔

﴿ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ ﴾ یعنی وہ تمھیں علم‘ ہدایت اور روشنی عطا کرے گا جس کی مدد سے تم جہالت کی تاریکیوں میں چل پھر سکو گے اور وہ تمھارے گناہوں کو بخش دے گا۔ ﴿ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ اس ثواب کی یہ کثرت‘ فضل عظیم کے مالک کے فضل کے سامنے مستبعد نہیں جس کا فضل و کرم تمام آسمانوں اور زمین والوں پر سایہ کناں ہے‘ لمحہ بھر یا اس سے بھی کم وقت کے لیے مخلوق سے اس کا فضل و کرم جدا نہیں ہوتا۔

﴿ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ ﴾ یعنی ہم نے تمھارے سامنے بیان کر دیا ہے کہ اس شخص کو ہم اپنے فضل و احسان سے نوازتے ہیں جو عمومی ایمان سے بہرہ ور ہوتا ہے‘ تقویٰ اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول پر ایمان لاتا ہے۔ یہ وضاحت ہم نے اس لیے کی ہے تاکہ اہل کتاب کو یہ علم ہو جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ یعنی وہ اپنی خواہشات نفس اور عقول فاسدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کو اس کے فضل سے روک نہیں سکتے‘ وہ کہتے ہیں: ﴿ لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ﴾ (البقرۃ: ۲/۱۱۱) ”جنت میں داخل نہیں ہوگا سوائے یہودی اور نصرانی کے۔“ اور وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں فاسد آرزوئیں رکھتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے والوں اور اللہ تعالیٰ کے لیے تقویٰ اختیار کرنے والوں کو آگاہ فرمایا ہے کہ اہل کتاب کے علی الرغم ان کے لیے دوگنی رحمت‘ نور اور مغفرت ہے تاکہ انھیں معلوم ہو جائے ﴿ اَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ”کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔“ جس کے بارے میں اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ اسے اپنا فضل عطا کرے۔ ﴿ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ وہ فضل عظیم کا مالک ہے جس کی مقدار کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔